اہل مذاہب کو

قرآن کی دعوت

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس التحقیق الاسلامی زیراہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

DATA ENTERED

۲۱۴۷
13193

اہلِ مذاہب کو قرآن کی دعوت

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

www.KitaboSunnat.com

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۲۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطبوعات ہیومن ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) نمبر ۱۱۶۴

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : اہل مذاہب کو قرآن کی دعوت

مصنف : ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

صفحات : ۸۴

اشاعت : اپریل ۲۰۱۱ء

تعداد : ۱۱۰۰

قیمت : -/۴۵ روپے

ناشر : مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

ڈی ۳۰۷، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۱۱۰۰۲۵

فون: ۲۶۹۷۱۶۵۲، ۲۶۹۵۴۳۴۱ فیکس: ۲۶۹۴۷۸۵۸

E-mail: mmipublishers@gmail.com

Website: www.mmipublishers.net

مطبوعہ : بھارت آفسٹ، دہلی-۶

28380

AHLE MAZAHIB KO

QUR'AN KI DAWAT (Urdu)

By: Dr. Muhammad Raziul Islam Nadvi

Pages: 84

Price: Rs. 45.00

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترتیب

پیش لفظ	۵
اہلِ مذاہب کو قرآن کی دعوت	۷
انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیاء کرام کی بعثت	۸
انبیاء تمام قوموں میں بھیجے گئے	۱۱
جملہ انبیاء ایک ہی دین کے علم بردار تھے	۱۲
انبیاء کی مشترک دعوت	۱۵
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت	۱۶
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت	۲۰
مذہبی صُحف کی مشترک تعلیمات	۲۱
اہل مذاہب کا اختلاف	۲۴
اختلاف کا بنیادی سبب	۲۵
اہل کتاب کا اختلاف	۲۶
یہود کی تحریفات وتلبیسات	۳۰
نصاریٰ کی تحریفات	۳۸
خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کا مشن	۴۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ کوئی انوکھے رسول نہیں ہیں ۴۵
قرآن۔ اللہ کی غیر محرف کتاب ۴۸
گزشتہ مذہبی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ۵۳
اصل تعلیمات کا محافظ اور تحریفات کا مصلح ۵۶
'کلمۂ سواء' کی دعوت ۶۰
اپنے مذہب کی حقیقی تعلیمات پر عمل کرو ۶۴
اسلام تمام انبیاء کا دین ہے ۶۸
جملہ پیغمبروں اور کتابوں پر ایمان مطلوب ہے ۷۸
تمام مذہبی گروہوں سے ایک ہی مطالبہ ۸۰
کتابیات ۸۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مسلمانوں کی طرف سے دوسرے انسانوں کے سامنے جب اسلام کی دعوت پیش کی جاتی ہے، تو بعض لوگ اس سے یہ تاثر لیتے ہیں کہ ایک مخصوص فکر ونظریہ کے حاملین اور ایک مخصوص مذہب کے ماننے والے اپنا غلبہ چاہتے ہیں۔ وہ دوسرے انسانوں کو اپنے مذہب میں شامل کر کے اپنی تعداد بڑھانے اور اپنا اثر واقتدار قائم کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ یہ تاثر ان میں اسلام کی طرف کوئی کشش نہیں پیدا کرتا اور وہ اپنے اندرون میں اس کی جانب کوئی میلان نہیں محسوس کرتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے بے شمار مذاہب کی طرح اسلام ایک مذہب ہے۔ اور جب کسی مذہب کو اختیار کرنا یا نہ کرنا انسان کا پرائیوٹ معاملہ ہے تو اسلام ہی کیوں؟ وہ جس دھرم کو چاہے اپنا لے اور جو عقیدہ بھی چاہے قبول کر لے۔ یہ بات حقیقت سے پرے ہے اور اسلام کی حقیقی روح سے ناواقفیت پر دلالت کرتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام اللہ کا دین ہے، جسے اس نے انسانوں کی پیدائش کے ساتھ ہی ان کی ہدایت ورہ نمائی کے لیے بھیجا تھا۔ اس خدمت کے لیے اس نے انسانوں ہی میں سے کچھ برگزیدہ ہستیوں کو منتخب کیا تھا اور انھیں اپنا پیغام بر بنایا تھا۔ انھیں نبی اور رسول کہتے ہیں۔ اللہ کے یہ رسول ہر زمانے اور ہر قوم میں آئے اور ہر ایک نے ایک ہی چیز کی تعلیم دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، صرف اسی کی عبادت کرو، صرف اسی کے احکام کی پیروی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ہر قوم کے کچھ افراد نے اپنے نبی کی اس دعوت کو قبول کیا اور کچھ نے رد کر دیا۔ جن لوگوں نے قبول کیا ان میں بھی بعد میں انحرافات در آئے اور انھوں نے خواہشاتِ نفس کی پیروی میں نبی کی حقیقی تعلیم میں تحریفات کر دیں اور مختلف خود ساختہ مذاہب، فرقے اور گروہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنا لیے۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کی ہدایت کے لیے وقفے وقفے سے اپنے پیغمبروں کو بھیجتا رہا، یہاں تک کہ سب سے آخر میں اس نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا۔ آپؐ نے اسلام کی شکل میں جو دین پیش کیا وہ کوئی نیا دین نہیں ہے۔ بل کہ گزشتہ انبیاء کی لائی ہوئی تعلیمات ہی کا تسلسل ہے۔ قرآن گزشتہ مذہبی کتابوں کی صحیح تعلیمات کی تصدیق کرتا اور بعد میں ان میں پیدا کر دی جانے والی تحریفات کی اصلاح کرتا ہے۔ اس طرح اب وہ اللہ کی حقیقی تعلیمات اور احکام جاننے کا واحد معتبر اور مستند ذریعہ ہے۔

اسلام کا تعارف اگر اللہ کے بندوں اور خاص طور پر مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے سامنے اس انداز سے کرایا جائے تو ان کا تاثر اُس تاثر سے بالکل مختلف ہوگا جس کا تذکرہ اوپر کی سطور میں کیا گیا ہے۔ وہ اس کے پیغام میں اپنائیت محسوس کریں گے اور ان کے دل اس کی طرف کھنچیں گے۔ وہ محسوس کریں گے کہ یہ تو ان کا اپنا دین اور ان کی متاعِ گم شدہ ہے۔

زیر نظر کتاب میں اسی موضوع پر کسی قدر تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔ یہ گفتگو اگرچہ تمام مذہبی گروہوں کے پس منظر میں ہے، لیکن اس کا فوکس یہود و نصاریٰ پر ہے۔ اس لیے کہ قرآن کریم میں عموماً انھی کو مخاطب بنایا گیا ہے۔ زمانۂ نزولِ قرآن میں اگرچہ دیگر مذہبی گروہ بھی موجود تھے (قرآن نے ان میں سے صابئین اور مجوس کے نام لیے ہیں) لیکن اہل ایمان کے ربط میں عموماً یہود و نصاریٰ ہی تھے اور وہی اسلام، قرآن اور پیغمبر پر اعتراضات کر رہے تھے۔

اس مطالعہ میں قرآن کریم کو بنیاد بنایا گیا ہے اور آیاتِ قرآنی کی تشریح میں قدیم و جدید کتبِ تفسیر سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ کہیں کہیں تائید میں بائبل کے حوالے بھی پیش کیے گئے ہیں۔ آیات کا ترجمہ عموماً مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے ترجمۂ قرآن سے لیا گیا ہے۔

اس مطالعہ سے وہ بنیادی نکات نمایاں ہوتے ہیں جنھیں اسلام کی دعوت پیش کرتے ہوئے سامنے رکھنا چاہیے۔ راہِ دعوت میں کام کرنے والے اگر دیگر اہلِ مذاہب سے گفتگو کرتے ہوئے انھیں ملحوظ رکھیں تو امید ہے کہ ان کی گفتگو مؤثر اور نتیجہ خیز ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کا فائدہ عام کرے اور اس کے اجر سے نوازے۔ آمین۔

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ   محمد رضی الاسلام ندوی

۳۱ رمئی ۲۰۱۰ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہلِ مذہب کو قرآن کی دعوت

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زمین میں آباد کرتے وقت ان کی ضرورت کی تمام چیزیں فراہم کر دیں اور کائنات کی تمام قوتوں کو ان کی خدمت میں لگا دیا۔ چنانچہ ان کے اعضاء و جوارح ان کی بنیادی ضروریات کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں۔ نباتات و حیوانات ان کی غذائی اور دیگر ضرورتوں کو پورا کر رہے ہیں۔ چاند، سورج، ستارے، پہاڑ، دریا اور دیگر مظاہر نظام کائنات میں توازن قائم کیے ہوئے ہیں۔ ہوا، پانی، روشنی وغیرہ سے ان کی زندگی کا تسلسل قائم ہے۔ ان مادّی ضروریات کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان کی روحانی ضرورت کی تکمیل سے غافل نہیں رہا ہے۔ اس نے ابتدا ہی سے اس کا بھی انتظام کر رکھا ہے کہ انسانوں کو معلوم ہو کہ انھیں کیوں پیدا کیا گیا ہے اور دنیا میں کیوں بھیجا گیا ہے؟ انھیں پیدا کرنے والا کون ہے اور ان سے کیا چاہتا ہے؟ دنیا میں انھیں کس طرح زندگی بسر کرنی ہے؟ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے؟ اس نے ابتداء ہی میں انھیں تاکید کر دی تھی کہ اس کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل کریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں:

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ (البقرۃ: ۳۸-۳۹)

ہم نے کہا کہ ”تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے، ان کے لیے کسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا، اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہ آگ میں جانے والے ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیاء کرام کی بعثت

ابتداء میں تمام انسان راہِ راست پر قائم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں زندگی گزارنے کا جو طریقہ بتایا تھا اس پر عمل پیرا تھے، اس کے اوامر کو بجالاتے اور اس کی مہنیات سے بچتے تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ ان میں انحراف آنے لگا، نفسانی خواہشات سر اٹھانے لگیں، اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو وہ فراموش کرنے لگے اور سیدھے راستے سے اِدھر اُدھر بھٹکنے لگے۔ اس وقت ان کے درمیان اتحاد و اتفاق باقی نہ رہ سکا۔ کچھ لوگ سیدھی راہ پر قائم رہے اور کچھ لوگ غلط راہوں پر جا پڑے۔ اس حقیقت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ (یونس:۱۹)

''ابتداءً سارے انسان ایک ہی امت تھے، پھر انھوں نے اختلاف کیا۔''

اس آیت میں ''لوگوں کے ایک امت ہونے'' کی بات کہی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ابتداء میں راہِ حق پر قائم اور ہدایت یافتہ تھے:

كلهم على شريعة من الحق (ابن عباس)

كانوا على الهدى جميعاً (قتادہ)[1]

بعد میں ان میں اختلاف برپا ہوا۔ اختلاف کا مطلب یہ ہے کہ بعد کے زمانوں میں تمام لوگ راہِ حق پر قائم نہ رہ سکے۔ بعض لوگوں میں طرح طرح کی برائیاں پیدا ہوگئیں۔ انھوں نے مختلف مظاہر کائنات کو خدائی میں شریک کرلیا، سورج، چاند، ستاروں، درختوں، جانوروں اور دریاؤں وغیرہ کی پرستش شروع کردی۔ مٹی، پتھر کے بت بنا کر انھیں پوجنے لگے۔ انسانی آبادی دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلی اور مختلف قومیں وجود میں آگئیں۔ ان قوموں کے مذاہب جدا جدا

(۱) تفسیر طبری، ۴/ ۲۷۵-۲۷۶، تفسیر قرطبی۔ ۳/ ۳۰-۳۱، امام رازی نے لکھا ہے: انہم کانوا علی دین واحد وھوا لایمان والحق وھو قول اکثر المحققین، تفسیر کبیر، ۶/ ۱۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے۔ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے قانون کو فراموش کر کے اپنی خواہشات کی پیروی شروع کر دی۔ جاہلانہ رسمیں ایجاد کر لی گئیں اور انہیں حقیقی دین سمجھا جانے لگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۝ وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ۝

(الانبیاء: ۹۲-۹۳)

’’یہ تمھاری امت حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، پس تم میری عبادت کرو، مگر (یہ لوگوں کی کارستانی ہے کہ) انھوں نے آپس میں دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ سب کو ہماری طرف پلٹنا ہے۔‘‘

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر بھیجے اور ان کے ساتھ اپنی روشن تعلیمات بھی بھیجیں، تاکہ لوگوں کے درمیان حق اور باطل، صحیح اور غلط کھل کر سامنے آ جائے۔ ان پیغمبروں نے ان کے سامنے اللہ کا پیغام پیش کیا۔ ایک خدا کی پرستش کی دعوت دی۔ شرک و بت پرستی سے روکا۔ صاف الفاظ میں انھیں آگاہ کیا کہ کن کاموں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور کن کاموں سے ناراض، کن کاموں پر وہ انھیں اپنے اجر و انعام سے نوازے گا اور کون سے کام اس کے غیظ و غضب کو بھڑکاتے ہیں۔ اس طرح پیغمبروں اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کے ذریعے لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ ہو گیا اور حق و باطل میں امتیاز قائم ہو گیا۔ قرآن کہتا ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۪ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ (البقرۃ: ۲۱۳)

’’(ابتدا میں) سب لوگ ایک ہی طریقے پر تھے۔ (پھر یہ حالت باقی نہ رہی اور اختلافات رونما ہوئے) تب اللہ نے نبی بھیجے جو راست روی پر بشارت دینے والے اور (کج روی کے نتائج سے) ڈرانے والے تھے اور ان کے ساتھ کتاب برحق نازل کی، تاکہ حق کے بارے میں لوگوں کے درمیان جو اختلافات رونما ہو گئے تھے ان کا فیصلہ کرے۔‘‘

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں انبیاء کے لیے 'مُبَشِّرِیْنَ' (بشارت دینے والے) اور 'مُنْذِرِیْنَ' (ڈرانے والے) کے الفاظ آئے ہیں۔ مبشرین کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرنے والوں اور اس کے حکموں پر چلنے والوں کو بے پایاں اجر و انعام اور اچھے ٹھکانے کی خوش خبری دیتے تھے اور مُنْذِرِیْن کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی کرنے اور کفر کی روش اختیار کرنے والوں کو وہ سخت سزا، زبردست باز پرس اور ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیے جانے سے ڈراتے تھے۔[1]

یہ اوصاف، جو انبیاء کرام کے فریضۂ منصبی اور مقصدِ بعثت کی وضاحت کرتے ہیں، قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بیان کیے گئے ہیں۔ سورۃ الانعام میں ہے:

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۚ
(آیت:۴۸)

''ہم جو رسول بھیجتے ہیں، اسی لیے تو بھیجتے ہیں کہ وہ (نیک کردار لوگوں کے لیے) خوش خبری دینے والے اور (بدکرداروں کے لیے) ڈرانے والے ہوں۔''[2]

آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کرکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
(الروم:۴۷)

''اور ہم نے تم سے پہلے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے''

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء کرام اپنی قوموں کے پاس 'بینات' لے کر گئے۔ 'بیّنة' واضح دلیل کو کہتے ہیں، خواہ وہ عقلی ہو یا حسّی[3] اس کا اطلاق انبیاء کو دیے جانے والے معجزات پر بھی کیا گیا ہے اور ان کے ذریعے انسانوں کو بھیجی جانے والی ہدایات اور تعلیمات پر بھی۔

(۱) تفسیر طبری، ۴/۲۸، البحر المحیط: ۲/۲۱۸۔

(۲) مزید ملاحظہ کیجیے النساء: ۱۶۵، الکہف: ۵۶، الصافات: ۲۷ وغیرہ۔

(۳) راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ص ۶۵ (البینۃ الدلالۃ الواضحۃ عقلیۃ کانت أو محسوسۃ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انبیاء تمام قوموں میں بھیجے گئے

انسانی آبادی دنیا میں جہاں جہاں پھیلی اور جوں جوں اس میں گم راہی عام ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اس کی ہدایت کا سامان کیا۔ چنانچہ اس نے اپنے برگزیدہ بندوں کو صحیح تعلیمات اور واضح ہدایات کے ساتھ بھیجا، یہ انبیاء تمام قوموں میں مبعوث کیے گئے۔ قرآن میں صرف بڑی بڑی چند قوموں کے احوال بیان کیے گئے ہیں، جن سے اہل عرب واقف تھے، اور ان کے پاس بھیجے جانے والے پیغمبروں اور ان کی دعوت کا تذکرہ کیا گیا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی صراحت کر دی گئی ہے کہ یہ ہادی و رہ نما اور بشارت دینے والے اور ڈرانے والے ہر قوم میں بھیجے گئے، آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے قرآن کہتا ہے:

إِنَّمَآ أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ (الرعد: ۷)

''تم تو محض خبردار کر دینے والے ہو، اور ہر قوم کے لیے ایک رہ نما ہے۔''

سورۂ فاطر میں کہا گیا ہے:

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۝ (فاطر: ۲۴)

''ہم نے تم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔ اور کوئی امت ایسی نہیں گزری ہے جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو۔''

ایک اور جگہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے خبر دی گئی ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِى شِيَعِ ٱلْأَوَّلِينَ ۝ (الحجر: ۱۰)

اے نبیؐ، ہم تم سے پہلے بہت سی گزری ہوئی قوموں میں رسول بھیج چکے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خطۂ زمین کے انسانوں کو اس حال میں نہ رہنے دیا کہ ان تک اس کی ہدایت نہ پہنچی ہو اور وہ اس کی روشن تعلیمات سے فیض یاب نہ ہوئے ہوں۔ مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس سلسلے کی ایک غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے لکھا ہے:

''یہ بات قرآن مجید میں متعدد مقامات پر فرمائی گئی ہے کہ دنیا میں کوئی امت ایسی نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزری ہے، جس کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی مبعوث نہ فرمائے ہوں۔ (الرعد: ۷، الحجر: ۱۰، النحل: ۳۶، الشعراء: ۲۰۸) مگر اس سلسلے میں دو باتیں سمجھ لینی چاہیں، تاکہ غلط فہمی نہ ہو۔ اول یہ کہ ایک نبی کی تبلیغ جہاں جہاں پہنچ سکتی ہو وہاں کے لیے وہی نبی کافی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ہر بستی اور ہر ہر قوم میں الگ الگ ہی انبیاء بھیجے جائیں۔ دوم یہ کہ ایک نبی کی دعوت وہدایت کے آثار اور اس کی رہ نمائی کے نقوش قدم جب تک محفوظ رہیں، اُس وقت تک کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ لازم نہیں کہ ہر نسل اور ہر پشت کے لیے الگ نبی بھیجا جائے۔[1]

جملہ انبیاء ایک ہی دین کے علم بردار تھے

ساتھ ہی قرآن ایک دوسری حقیقت کو بھی واشگاف کرتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف علاقوں اور خطوں میں اور مختلف قوموں میں جتنے بھی انبیاء بھیجے سب ایک ہی دین کے علم بردار تھے اور سب کی بنیادی دعوت ایک ہی تھی۔ ہر نبی کو اسی چیز کی وحی کی گئی تھی کہ اس کائنات کو وجود بخشنے والا اور انسانوں کو پیدا کرنے والا صرف اللہ ہی ہے، اس لیے وہی اس چیز کا مستحق ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اور ہر نبی نے اپنی قوم سے اسی چیز کا مطالبہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴿۲۵﴾ (الانبیاء: ۲۵)

”ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے اس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے، پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل: ۳۶)

”ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعے سے سب کو خبردار کر دیا کہ ”اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔“

(۱) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ۴/ ۲۳۰-۲۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں انبیاء کی بنیادی دعوت، جس کا انھوں نے اپنی قوموں سے مطالبہ کیا تھا یہ قرار دی گئی ہے کہ ''اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔'' عربی زبان میں طاغوت کا مادہ 'طغی' ہے، اس کا معنیٰ ہے حد سے آگے بڑھنا، سرکشی کرنا۔ طاغوت میں ہر وہ چیز داخل ہے، جس کی، اللہ واحد کو چھوڑ کر پرستش کی جائے۔ علامہ قرطبیؒ نے اس کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے:

أی أترکوا کل معبود دون اللّٰہ کالشیطان و الکاھن والصنم و کل من دعا الی الضلال(۱)

''یعنی اللہ کے علاوہ ہر معبود کو چھوڑ دو، جیسے شیطان، کاہن، بت اور ہر وہ چیز جو گم راہی کی طرف لے جائے''

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

اجتنبوا عبادة ماتعبدون من دون اللّٰہ، فسمیّ الکل طاغوتاً(۲)

''اللہ کے سوا جس کی عبادت کرتے ہو، سب کی عبادت ترک کردو۔ اللہ کے علاوہ تمام چیزوں کو طاغوت کہا گیا ہے''

علامہ ابن کثیرؒ نے ان آیات کی تشریح میں لکھا ہے:

وبعث فی کل أمة ای فی کل قرن وطائفة من الناس رسولاً، و کلّھم یدعون الیٰ عبادة اللّٰہ، وینھون عن عبادة ماسواہ، فلم یزل تعالیٰ یرسل الی الناس الرسل بذلک، منذ حدث الشرک فی بنی آدم، فی قوم نوح الذین أرسل الیھم نوح، وکان أول رسول بعثه اللّٰہ الی أھل الأرض، الیٰ أن ختمھم بمحمد ﷺ الذی طبّقت

---

(۱) ابوعبداللہ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن (تفسیر القرطبی)، ۱۰/ ۱۰۳۔

(۲) فخر الدین الرازی، مفاتیح الغیب المعروف بالتفسیر الکبیر، ۲۰/ ۲۳-۲۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوته الإنس و الجنّ فی المشارق و المغارب[1]

"اللہ نے ہر زمانے میں اور لوگوں کے ہر گروہ کے پاس ایک رسول بھیجا۔ یہ سب اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے اور اس کے علاوہ دوسروں کی عبادت سے روکتے تھے۔ سب سے پہلے بنو آدم میں قوم نوح میں شرک پھیلا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے پاس بھیجا۔ وہ پہلے رسول تھے جنھیں اللہ نے اہل زمین کے پاس بھیجا تھا۔ اس کے بعد وہ برابر لوگوں کی طرف اپنے رسول بھیجتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے حضرت محمد ﷺ پر رسالت کا خاتمہ کر دیا۔ آپ کی دعوت روئے زمین کے تمام انسانوں اور جنات کے لیے عام تھی۔"

قرآن میں مختلف قوموں کے احوال اور ان کی طرف بھیجے جانے والے پیغمبروں کا تذکرہ تفصیل سے کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں ان کی دعوت بھی زیر بحث آئی ہے۔ ہر پیغمبر نے اپنی قوم سے ایک ہی چیز کا مطالبہ کیا: "صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے احکام سے سرتابی نہ کرو۔" سورۂ الاعراف اور سورۂ ہود میں قوم نوح، عاد، ثمود اور مدین وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ ہر قوم سے اس کے پیغمبر نے یہی کہا:

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ

(الاعراف: ۵۹، ۶۵، ۷۳، ۸۵، ہود: ۵۰، ۶۱، ۸۴)

"اے برادرانِ قوم، اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمھارا کوئی خدا نہیں ہے"

ان قوموں کا تذکرہ سورۃ الشعراء میں بھی ہے۔ وہاں ہر نبی کی دعوت ان الفاظ میں مذکور ہے:

اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ (الشعراء: ۱۰۶-۱۰۸، ۱۲۴-۱۲۶، ۱۴۲-۱۴۴، ۱۶۱-۱۶۳، ۱۷۷-۱۷۹)

"کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔"

---

(۱) تفسیر ابن کثیر، ۳/ ۱۲۹۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انبیاء کی مشترک دعوت

تمام انبیاء کی دعوت میں اشتراک پایا جاتا ہے اور وہ ایک ہی مشن کے حامل تھے۔ اس کا اظہار سورۃ الشوریٰ کی اس آیت سے بھی ہوتا ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (الشوریٰ: ۱۳)

''اس نے تمھارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوحؑ کو دیا تھا اور جسے (اے محمدؐ) اب تمھاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دے چکے ہیں، اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ اور آپ پر ایمان لانے والوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ ہم نے جو دین تمھاری طرف وحی کیا ہے اس کے ساتھ دوسرے پیغمبروں کو بھی بھیجا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے صاحبِ شریعت رسول ہیں اور حضرت محمد ﷺ سب سے آخری رسول۔ درمیان میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے نام لیے گئے، جو اولوالعزم رسولوں میں سے تھے۔ ان رسولوں کا یک جا تذکرہ سورۃ الاحزاب (آیت: ۷) میں بھی ہوا ہے۔ یہ تمام رسول جو دین لے کر آئے تھے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔[1]

ان آیات میں خاص طور سے مذکورہ رسولوں کا تذکرہ اس لیے کیا گیا کہ وہ اصحابِ شرائع ہیں یا ان پر ایمان لانے والوں کی بڑی جمعیت ہے۔[2]

---

(۱) تفسیر ابن کثیر، ۴/۲۰۷۱۔

(۲) تفسیر کبیر، ۲۷/۱۳۸ (وانما خص ہولاء الانبیاء الخمسة بالذکر لانہم اکابر الانبیاء واصحاب الشرائع العظیمة والأتباع الکثیرة) تفسیر القرطبی، ۱۶/۱۱ (وخص نوحاً وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ بالذکر لانہم أرباب الشرائع۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اہل مصر کی طرف ہوئی تھی۔ اُس زمانے میں مصر پر جو خاندان حکم رانی کر رہا تھا اس کا سربراہ 'فرعون' کہلاتا تھا۔ بنی اسرائیل، جن کے آباء و اجداد کئی سو سال قبل مصر میں جا کر آباد ہو گئے تھے، مقامی آبادی، جو قبطی کہلاتی تھی، اس کے ظلم و ستم کا شکار تھے۔ فرعون، اس کے درباری اور حکومتی اہل کار، بل کہ پوری قبطی قوم بنی اسرائیل کے درپے آزار رہتی تھی۔ انھیں ذلیل و رسوا کرتی اور ان سے بے گار کام لیتی تھی۔ ظلم کا سلسلہ دراز ہوا تو ان کی آبادی کو محدود کرنے کے لیے اسرائیلی نومولود بچوں کو قتل کیا جانے لگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر فرعون کے پاس بھیجا گیا تو انھوں نے اس کے دربار میں پہنچ کر اس سے مطالبہ کیا کہ اب وہ بنی اسرائیل پر ظلم ڈھانا بند کرے اور انھیں اپنے پنجۂ استبداد سے نجات دے دے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واحد ایجنڈا تھا۔ ان کی دعوت کی جو تفصیلات قرآن کریم نے ذکر کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی وہ تمام بنیادی نکات موجود تھے جو دیگر انبیاء کی دعوت میں پائے جاتے تھے۔

سورہ طٰہٰ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے جب فرعون سے بنی اسرائیل کی گلوخلاصی کا مطالبہ کیا تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں تیرے رب کا، جو حقیقت میں پوری کائنات کا رب ہے، فرستادہ ہوں۔ اس کی طرف سے جو کلمۂ حق لے کر آیا ہوں اسے قبول کرلو، ورنہ اس کے عذاب کا شکار ہو جاؤ گے:

فَأْتِيَهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَ لَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۴۸﴾ (طٰہٰ: ۴۷-۴۸)

"جاؤ اس کے پاس اور کہو کہ ہم تیرے رب کے فرستادے ہیں، بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کے لیے چھوڑ دے اور ان کو تکلیف نہ دے۔ ہم تیرے پاس تیرے رب کی نشانی لے کر آئے ہیں اور سلامتی ہے اُس کے لیے جو راہِ راست کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیروی کرے۔ ہم کو وحی سے بتایا گیا ہے کہ عذاب ہے اُس کے لیے جو جھٹلائے اور منہ موڑے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعوت پر ان کے اور فرعون کے درمیان 'رب' کے بارے میں مکالمہ ہوتا ہے۔ آگے کی آیات میں اسے بھی بیان کیا گیا ہے۔ فرعون پوچھتا ہے کہ تم کس 'رب' کی بات کر رہے ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام مزید وضاحت کرتے ہیں:

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۝۴۹ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝۵۰ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ۝۵۱ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَ لَا يَنْسَى ۝۵۲ (طٰہٰ:۴۹-۵۲)

فرعون نے کہا: اچھا تو پھر تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ''؟ موسیٰؑ نے جواب دیا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی، پھر اس کو راستہ بتایا'' فرعون بولا ''اور پہلے جو نسلیں گزر چکی ہیں ان کی پھر کیا حالت تھی؟'' موسیٰؑ نے کہا'' اس کا علم میرے رب کے پاس ایک نوشتے میں محفوظ ہے۔ میرا رب نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے۔''

حضرت موسیٰؑ کی دعوت پر فرعون کے سوال کہ'' پھر گزشتہ نسلوں کا کیا ہوا؟'' اور حضرت موسیٰؑ کے جواب کے درمیان کیا ربط ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے لکھا ہے:

''فرعون کے سوال کا مقصد، سامعین کے، اور ان کے توسط سے پوری قوم کے دلوں میں تعصب کی آگ بھڑکانا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کے اس جواب نے اس کے سارے زہریلے دانت توڑ دیے کہ وہ لوگ جیسے کچھ بھی تھے، اپنا کام کر کے خدا کے ہاں جا چکے ہیں۔ ان کی ایک ایک حرکت اور اس کے محرکات کو خدا جانتا ہے۔ ان سے جو کچھ بھی معاملہ خدا کو کرنا ہے اس کو وہی جانتا ہے۔''(۱)

(۱) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی، سورۂ طٰہٰ حاشیہ: ۱۰، ص ۸۰۷۔ مزید تشریح کے لیے ملاحظہ کیجیے تفہیم القرآن، ۳/۹۸-۹۹ سورۂ طٰہٰ، حاشیہ ۲۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الشعراء میں ہے کہ دربارِ فرعون میں جب حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (ہم کو رب العالمین نے بھیجا ہے) تو فرعون اور ان کے درمیان 'رب العالمین' کے بارے میں یہ مکالمہ ہوا:

قَالَ فِرْعَوْنُ وَ مَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ (الشعراء: ۲۳-۲۸)

فرعون نے کہا: اور یہ رب العالمین کیا ہوتا ہے؟ موسیٰؑ نے جواب دیا: آسمانوں اور زمین کا رب اور ان سب چیزوں کا رب جو آسمان و زمین کے درمیان ہیں، اگر تم یقین لانے والے ہو۔ فرعون نے اپنے گردوپیش کے لوگوں سے کہا: سنتے ہو؟ موسیٰؑ نے کہا: تمھارا رب بھی اور تمھارے ان آباء واجداد کا رب بھی جو گزر چکے ہیں۔ فرعون نے (حاضرین سے) کہا: تمھارے یہ رسول صاحب جو تمھاری طرف بھیجے گئے ہیں، بالکل ہی پاگل معلوم ہوتے ہیں۔ موسیٰؑ نے کہا: مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب، اگر آپ لوگ کچھ عقل رکھتے ہیں۔''

ایک جگہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجتے وقت انھیں حکم دیا گیا کہ اسے پاکیزہ زندگی اختیار کرنے کی تلقین کریں اور اللہ کی معصیت کے برے انجام سے ڈرائیں:

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَ اَهْدِیَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ (النازعات: ۱۷-۱۹)

''فرعون کے پاس جا، وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے کہہ: کیا تو اس کے لیے تیار ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ پاکیزگی اختیار کرے اور میں تیرے رب کی طرف تیری رہ نمائی کروں تو (اس کا) خوف تیرے اندر پیدا ہو؟"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے درباریوں اور حکومت کے کارندوں کو مخاطب کرنے اور ان تک اللہ کا پیغام پہنچانے کے ساتھ ساتھ پوری قوم فرعون سے بھی خطاب کیا اور اسے اللہ کی ہدایت کی پیروی کرنے، سرکشی اور ظلم و زیادتی سے باز آنے اور سلامت روی اختیار کرنے کی تلقین کی۔ ان کی دعوت کا خلاصہ قرآن نے چند الفاظ میں یوں بیان کیا ہے:

اَنْ اَدُّوْٓا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ ؕ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۸﴾ وَّ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَی اللّٰہِ ۚ اِنِّیْٓ اٰتِیْکُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۹﴾ وَ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ (الدخان:۱۸-۲۱)

"کہ میرا حق ادا کرو، اللہ کے بندو، میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ اور اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔ میں تمھارے سامنے صریح سند پیش کرتا ہوں۔ اور میں اپنے رب اور تمھارے رب کی پناہ لے چکا ہوں اس سے کہ تم مجھ پر حملہ آور ہو۔ اگر تم میری بات نہیں مانتے تو مجھ پر ہاتھ ڈالنے سے باز رہو۔"

ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے سید قطب شہیدؒ نے لکھا ہے:

"یہ چند مختصر جملے ہیں جو قوم فرعون کے سامنے ان کے معزز رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیش کیے تھے۔ انھوں نے ان سے کلّی قبولیت، کامل اداء اور مکمل خود سپردگی کا مطالبہ کیا تھا۔ مکمل خود سپردگی اللہ کے لیے، جس کے وہ بندے ہیں۔ اور بندوں کے یہ شایانِ شان نہیں کہ وہ اللہ کے سامنے خودسری کریں۔ یہ اللہ کی دعوت ہے جسے رسول ان کے سامنے پیش کر رہا ہے اور ساتھ ہی اس چیز کی دلیل بھی پیش کر رہا ہے کہ وہ ان کی طرف اللہ کا رسول ہے۔ ایسی قوی دلیل اور روشن سند جسے لوگوں کے دل تسلیم کرلیں۔ اس موقع پر وہ اپنے رب کی پناہ لیتا ہے اس سے کہ لوگ اس پر ظلم و زیادتی کریں اور اگر وہ ایمان نہ لائیں تو ان سے علیحدگی اختیار کرلیتا ہے اور ان سے بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطالبہ کرتا ہے کہ اس سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔ یہ عدل و انصاف اور صلح جوئی کی انتہا ہے۔''(۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت

بنی اسرائیل میں جب بگاڑ آ گیا اور وہ عقائد و اعمال کی بہت سی خرابیوں میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ انھوں نے بھی ٹھیک وہی دعوت پیش کی جو ان سے پہلے آنے والے انبیاء پیش کرتے رہے تھے، کہ اللہ میرا اور تمھارا بلکہ تمام انسانوں کا رب ہے۔ اس لیے تمھیں صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔ قرآن نے ان کی دعوت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَ لَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾ (الزخرف: ۶۳-۶۴)(۲)

''اور جب عیسیٰ صریح نشانیاں لیے ہوئے آیا تھا تو اس نے کہا تھا کہ ''میں تم لوگوں کے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ تم پر بعض ان باتوں کی حقیقت کھول

(۱) سید قطب شہید، فی ظلال القرآن، جلد ۷، جزء ۲۵، ص ۲۴۔ آیت کے ٹکڑے 'اَنْ اَدُّوْٓا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ' کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ''اے اللہ کے بندو، میرا حق ادا کرو، یعنی میری بات مانو، مجھ پر ایمان لاؤ اور میری ہدایت کی پیروی کرو۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو، یعنی بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے دو۔ سید قطب نے اول الذکر مفہوم کو قبول کیا ہے اور اس کے مطابق تفسیر کی ہے اور موخر الذکر مفہوم کو حاشیہ میں بیان کیا ہے۔ اس کے برعکس مولانا مودودی نے موخر الذکر مفہوم کے مطابق ترجمہ کیا ہے اور دونوں مفہوموں کی وضاحت حاشیہ میں کر دی ہے۔ قدیم مفسرین میں قرطبی ۱۶ / ۱۳۴، ابن الجوزی ۷ / ۳۴۳، ابوحیان ۸ / ۵۰، رازی ۲۷ / ۲۱۸، ابوالسعود ۷ / ۷۹۵، زمخشری ۳ / ۵۰۳ اور آلوسی ۲۵ / ۱۲۱، وغیرہ نے دونوں مفہوم بیان کیے ہیں، البتہ قرطبی، ابن الجوزی اور ابوحیان نے اول الذکر مفہوم کو پہلے اور دیگر مفسرین نے بعد میں ذکر کیا ہے۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعوت قرآن کریم میں مختلف مقامات پر مذکور ہے۔ ملاحظہ کیجیے آل عمران: ۵۰-۵۱، المائدۃ: ۷۲، ۱۱۷، مریم: ۳۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔
حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی میرا رب بھی ہے اور تمھارا رب بھی۔ اسی کی تم عبادت کرو۔
یہی سیدھا راستہ ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب مبعوث ہوئے اس وقت بنی اسرائیل کے درمیان ان کی مذہبی کتاب توریت موجود تھی۔ اگرچہ اس کی بہت سی تعلیمات زمانہ کے دست برد سے ضائع یا مسخ ہوگئی تھیں، لیکن پھر بھی بہت کچھ اپنی حقیقی صورت میں موجود تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس کی تصدیق کی اور اس کے ساتھ ان کے سامنے انجیل کی شکل میں اللہ کی کتاب پیش کی، جس میں ان کے لیے ہدایت و نصیحت کا وافر سامان موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰٓ اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٦﴾ (المائدۃ:۴۶)

"پھر ہم نے ان کے بعد مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کو بھیجا۔ توراۃ میں سے جو کچھ اس کے سامنے موجود تھا وہ اس کی تصدیق کرنے والا تھا۔ اور ہم نے اس کو انجیل عطا کی، جس میں رہ نمائی اور روشنی تھی اور وہ بھی تورات میں سے جو کچھ اس وقت موجود تھا اس کی تصدیق کرنے والی تھی اور خدا ترس لوگوں کے لیے سراسر ہدایت اور نصیحت تھی۔"

مذہبی صُحُف کی مشترک تعلیمات

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنے جو پیغمبر بھیجے ان پر وحی کے ذریعے اپنی تعلیمات بھی نازل کیں۔ ان تعلیمات میں اشتراک پایا جاتا ہے۔ تمام انبیاء ایک ہی دین کے علم بردار تھے، ان کی بنیادی دعوت ایک ہی تھی۔ اس لیے کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے فرستادہ تھے۔ ان کو تعلیمات و ہدایات دینے والی ایک ہی ذات تھی، پھر ان میں کیوں کر اختلاف اور تناقض ہوسکتا ہے۔ قرآن کریم میں دو مقامات پر بعض بنیادی تعلیمات بیان کر کے صراحت کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں میں بھی ان کا تذکرہ تھا۔ سورۃ النجم میں ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ﴿٣٦﴾ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي
وَفَّىٰ ﴿٣٧﴾ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ﴿٣٨﴾ وَأَن لَّيْسَ
لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴿٣٩﴾ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ﴿٤٠﴾ ثُمَّ
يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ ﴿٤١﴾ (النجم:۳۶-۴۱)

’’کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰؑ کے صحیفوں اور اس ابراہیم کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہیں، جس نے وفا کا حق ادا کر دیا؟ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے، مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے۔ اور یہ کہ اس کی سعی عن قریب دیکھی جائے گی، پھر اس کی پوری جزا اسے دی جائے گی۔‘‘(۱)

ان آیات سے درج ذیل اصول مستنبط ہوتے ہیں:

۱- ہر شخص خود اپنے فعل کا ذمہ دار ہے۔
۲- ایک شخص کے فعل کی ذمہ داری دوسرے پر نہیں ڈالی جا سکتی، اِلّا یہ کہ اُس فعل کے صدور میں اس کا اپنا کوئی حصہ ہو۔
۳- کوئی شخص اگر چاہے بھی تو کسی دوسرے شخص کے فعل کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لے سکتا، نہ اصل مجرم کو اس بنا پر چھوڑا جا سکتا ہے کہ اس کی جگہ سزا بھگتنے کے لیے کوئی اور آدمی اپنے آپ کو پیش کر رہا ہے۔
۴- ہر شخص جو کچھ پائے گا اپنے عمل کا پھل پائے گا۔
۵- ایک شخص کے عمل کا پھل دوسرا نہیں پا سکتا، اِلّا یہ کہ اُس عمل میں اس کا اپنا کوئی حصہ ہو۔
۶- کوئی شخص سعی و عمل کے بغیر کچھ نہیں پا سکتا۔

---

(۱) مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے لکھا ہے کہ آگے کی آیات توسیع کلام کی حیثیت رکھتی ہیں۔ فرماتے ہیں: ’’یہ امر ضروری نہیں ہے کہ یہ ساری باتیں بعینہٖ موسیٰؑ اور ابراہیمؑ کے صحیفوں کے حوالوں ہی پر مبنی ہوں، بل کہ ان کی نوعیت توسیع کلام کی ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ایک قول کا حوالہ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ایسے اضافے بھی کر دیے جاتے ہیں جو اگرچہ لفظاً تو اس قول کا جز نہیں ہوتے، لیکن معناً اسی پر مبنی ہوتے ہیں، اس سے بات کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے اور کلام مطابقِ حال ہو جاتا ہے۔ میرے نزدیک یہی صورت یہاں بھی ہے۔ آیت ۴۲ سے آگے کی آیات توسیع کلام کی حیثیت رکھتی ہیں‘‘ (تدبر قرآن ۸/ ۸۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ لوگوں کے اعمال کی جانچ پڑتال آخرت میں ہوگی اور وہاں یہ دیکھا جائے گا کہ کون کیا کر کے آیا ہے، پھر اس کے مطابق اس کی پوری جزا اسے دی جائے گی۔(۱)

آیاتِ بالا میں جن بنیادی تعلیمات کا تذکرہ ہے، قرآن میں مختلف مقامات پر بار بار ان کا ذکر ہوا ہے۔ خود آیت کا ٹکڑا لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی دیگر چار مقامات پر آیا ہے(۲) قرآن صراحت کرتا ہے کہ یہ تعلیمات حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں میں بھی پائی جاتی تھیں۔ صحفِ موسیٰؑ سے مراد توریت ہے۔ رہے صحف ابراہیم تو دنیا میں ان کا کہیں وجود نہیں ہے اور یہود ونصاریٰ کی مذہبی کتب میں بھی ان کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔ ممکن ہے حوادثِ زمانہ کی نذر ہو چکے ہوں۔ مولانا امین احسن اصلاحی کا خیال ہے کہ ''اصطلاحی مفہوم میں حضرت ابراہیمؑ کا کوئی صحیفہ نہیں تھا۔ ان کی تعلیمات زبانی تھیں۔ بعد میں جب توریت مرتب ہوئی تو اس میں حضرت ابراہیمؑ کی تاریخ اور ان کی تعلیمات بھی جمع کر دی گئیں۔ اس وجہ سے اگر صحف ابراہیم سے وہ صحیفے مراد لیے جائیں جن میں حضرت ابراہیم کی تعلیمات مذکور ہیں تو یہ نسبت بالکل صحیح ہوگی۔(۳)

صُحُفِ ابراہیمؑ وموسیٰؑ کا حوالہ دوسری جگہ سورۃ الاعلیٰ میں آیا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ﴿۱۴﴾ وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ﴿۱۶﴾ وَ الْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی ﴿۱۷﴾ اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَ مُوْسٰی ﴿۱۹﴾
(الاعلیٰ: ۱۴-۱۹)

''فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا، پھر نماز پڑھی۔ مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالاں کہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔ یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی، ابراہیمؑ وموسیٰؑ کے صحیفوں میں۔''

ان آیات میں آخرت کی زندگی ہی کو اصل زندگی قرار دیا گیا ہے اور ایمان اور اعمال صالحہ کو اخروی کامیابی کی بنیاد بتایا گیا ہے۔ یہ بنیادی تعلیم جس طرح قرآن میں بہ کثرت اور

---

(۱) تفہیم القرآن، ۵/ ۲۱۴-۲۱۵

(۲) ملاحظہ کیجیے الانعام: ۱۶۴، الاسراء: ۱۵، فاطر: ۱۸، الزمر: ۷۔

(۳) تدبر قرآن، ۸/ ۷۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہ تکرار بیان کی گئی ہے، اسی طرح قدیم مذہبی صحیفوں میں بھی ان کا تذکرہ ہوتا رہا ہے۔

اہلِ مذاہب کا اختلاف

قرآن جہاں ایک طرف یہ حقیقت بیان کرتا ہے کہ انبیاء کی دعوت ایک تھی، ان کی لائی ہوئی تعلیمات ایک تھیں اور ان کا دین ایک تھا۔ وہیں دوسری طرف، اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھاتا ہے کہ بعد میں ان انبیاء کے پیرو کاروں نے باہم اختلاف کیا۔ انھوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، اپنی من پسند چیزوں کو اختیار کیا اور بقیہ چیزوں کو چھوڑ دیا:

وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ﴿۵۳﴾ (المؤمنون:۵۲-۵۳)

”اور یہ تمھاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، پس مجھی سے تم ڈرو۔ مگر بعد میں لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی میں وہ مگن ہے۔“

قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ لوگوں کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی مشیت کے عین مطابق تھا۔ اس کی مشیت یہ نہیں تھی کہ تمام لوگوں کو بہ جبر ایک راستے پر ڈال دے اور ایک طریقۂ زندگی اختیار کرنے پر مجبور کر دے، بل کہ اس نے انھیں ارادہ و اختیار کی آزادی بخشی اور پوری چھوٹ دی کہ وہ اپنے لیے جو طریقہ بھی پسند کریں اسے اختیار کر لیں۔ اس طرح وہ ان کی آزمائش کرنا چاہتا تھا اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ارادہ و اختیار کی آزادی پا کر وہ صحیح راہ پر قائم رہتے ہیں، یا غلط راہوں پر جا پڑتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے:

وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ فِیْمَا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ﴿۱۹﴾ (یونس:۱۹)

”ابتداءً سارے انسان ایک ہی امت تھے۔ بعد میں انھوں نے مختلف عقیدے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلک بنالیے اور اگر تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی ایک بات طے نہ کرلی گئی ہوتی، تو جس چیز میں وہ باہم اختلاف کررہے ہیں اس کا فیصلہ کردیا جاتا“

دوسری جگہ قرآن کہتا ہے:

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۴۸ (المائدۃ:۴۸)[1]

”اگر چہ تمہارا خدا چاہتا تو تم سب کو ایک امت بھی بنا سکتا تھا، لیکن اس نے یہ اس لیے کیا کہ جو کچھ اس نے تم لوگوں کو دیا ہے، اس میں تمھاری آزمائش کرے۔ لہٰذا بھلائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ آخر کار تم سب کو اللہ کی طرف پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمھیں اصل حقیقت بتادے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔“

اختلاف کا بنیادی سبب

لوگوں کے باہمی اختلاف کے تعلق سے قرآن دو باتوں کی اور وضاحت کرتا ہے۔ ایک یہ کہ ان کے درمیان اختلاف اس وقت رونما ہوا جب ان کے پاس علم آچکا تھا، وہ اچھی طرح جان چکے تھے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ اور ان کے سامنے وہ دلائل واضح ہو چکے تھے جو حق تک پہنچانے والے تھے۔ اور دوسری بات یہ کہ اس اختلاف کا سبب یہ تھا کہ ان کے اوپر ان کی نفسانی خواہشات غالب آگئی تھیں۔ وہ اپنی انا کے اسیر بن گئے تھے، ہر گروہ اپنا تسلط اور اقتدار قائم کرنا چاہتا تھا اور دوسروں کو اپنا ماتحت اور محکوم بنانے کا خواہاں تھا۔ اس چیز نے ان کے درمیان باہم کشاکش کی صورت حال پیدا کردی تھی:

وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ (البقرۃ:۲۱۳)

”اور اختلاف ان لوگوں نے کیا، جنھیں حق کا علم دیا جاچکا تھا۔ انھوں نے روشن

(۱) مزید ملاحظہ کیجیے ہود:۱۱۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدایات پالینے کے بعد محض اس لیے حق کو چھوڑ کر مختلف طریقے نکالے کہ وہ آپس میں زیادتی کرنا چاہتے تھے۔"

دوسری جگہ ہے:

وَ مَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ (الشوریٰ:۱۴)

"لوگوں میں جو تفرقہ رونما ہوا وہ اس کے بعد ہوا کہ ان کے پاس علم آچکا تھا اور اس بنا پر ہوا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے"

امام رازیؒ نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے:

يعنى إنّهم ماتفرّقوا الّا من بعد أن علموا ان الفرقة ضلالة، ولكنهم فعلوا ذلک للبغى وطلب الرياسة، فحملتهم الحميّة النفسانية والأنفة الطبعية على أن ذهب كل طائفة الى مذهب، ودعاالناس اليه، وقبّح ماسواه طلباً للذكرو الرياسة، فصار ذلک سبباً لوقوع الاختلاف (۱)

"یعنی انھوں نے اختلاف اس حالت میں کیا جب کہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ تفرقہ گم راہی ہے۔ لیکن انھوں نے دوسروں پر زیادتی اور ان پر اپنا اقتدار قائم کرنے کے لیے اس کا ارتکاب کیا۔ ان کی نفسانی خواہشات اور اَنا نے انھیں اس پر اکسایا کہ ہر گروہ نے ایک عقیدہ و مسلک گھڑ لیا اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دینے لگا اور نام و نمود اور اقتدار کی خاطر اپنے سوا دوسروں کو برسرِ غلط قرار دینے لگا۔ یہ چیز باہمی اختلاف کا سبب بنی۔"

اہلِ کتاب کا اختلاف

اختلاف کی یہی صورت حال بنی اسرائیل کے ساتھ بھی پیش آئی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں

(۱) التفسیر الکبیر، ۱۴۰-۱۳۹/۲۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا کی قوموں کے درمیان امتیازی شان سے نوازا تھا۔ ان پر اپنے انعام و اکرام کی بارش کی تھی، انھیں دنیاوی نعمتیں اور آسائشیں عطا کی تھیں۔ انھیں اچھا ٹھکانہ اور بہترین وسائل زندگی فراہم کیے تھے۔ لیکن ان چیزوں نے ان کے جذبۂ شکر کو نہیں ابھارا، بل کہ جانتے بوجھتے وہ اختلافات کا شکار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝۹۳ (یونس: ۹۳)

''ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانہ دیا اور نہایت عمدہ وسائلِ زندگی انہیں عطا کیے، پھر انھوں نے باہم اختلاف نہیں کیا، مگر اس وقت جب کہ علم ان کے پاس آ چکا تھا۔ یقیناً تیرا رب قیامت کے روز ان کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔''

بنی اسرائیل پر فضل الٰہی کا ایک مظہر یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف انھیں دنیاوی جاہ و اقتدار اور سلطنت و حکومت سے نوازا تھا تو دوسری طرف ان کے درمیان اپنے پیغمبر بھیجے تھے اور انھیں اپنی کتابِ ہدایت اور روشن تعلیمات سے بھی نوازا تھا۔ اس بنا پر وہ حق و ناحق کے معاملے میں پوری طرح روشنی میں تھے۔ انھیں خوب معلوم تھا کہ کون سے کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے ہیں اور کون سے کام اس کے غضب کو بھڑکاتے ہیں۔ اس کے باوجود انھوں نے غلط کاموں کا ارتکاب کیا اور ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی سے گریز نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۶ وَ اٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۷

''ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی تھی۔ ان کو ہم نے عمدہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامانِ زیست سے نوازا۔ دنیا بھر کے لوگوں پر انھیں فضیلت عطا کی اور دین کے معاملہ میں انھیں واضح ہدایات دے دیں۔ پھر جو اختلاف ان کے درمیان رونما ہوا وہ (ناواقفیت کی وجہ سے نہیں بلکہ) علم آ جانے کے بعد ہوا اور اس بنا پر ہوا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے۔ اللہ قیامت کے روز ان معاملات کا فیصلہ فرما دے گا جن میں اختلاف کرتے رہے ہیں۔"

بنی اسرائیل (جن میں یہود اور نصاریٰ دونوں شامل ہیں) کا ایک امتیاز یہ ہے کہ انھیں کتابِ الٰہی کا حامل بنایا گیا تھا۔ یہود کے درمیان توریت نازل کی گئی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی (جن کے پیروکار بعد میں نصاریٰ کہلائے) بنی اسرائیل میں سے تھے اور انہی کی طرف مبعوث کیے گئے تھے۔ انھیں انجیل کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود یہود و نصاریٰ اختلاف و تفرقہ کا شکار ہوئے اور یہ چیز ان کی پہچان بن گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ؕ﴿۴﴾ (البینۃ:۴)

"پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں تفرقہ برپا نہیں ہوا، مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس (راہِ راست کا) بیان واضح آ چکا تھا۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ (آل عمران:۱۹)

"(اس دین سے ہٹ کر) جو مختلف طریقے ان لوگوں نے اختیار کیے جنھیں کتاب دی گئی تھی اُن کے اس طرزِ عمل کی کوئی وجہ اس کے سوا نہ تھی کہ انھوں نے علم آ جانے کے بعد آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے ایسا کیا۔"

شیخ محمد رشید رضا نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

قيل إنّ المراد بأهل الكتاب هنا اليهود خاصة، وقيل النصارى خاصة، والصواب انها عامة لاتخصّ فريقاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دون آخر، والجملة بيان لسبب خروج أهل الكتاب عن الإسلام الذی جاء به أنبياؤهم، فصاروا مذاهب وشيعاً يقتتلون فی الدين، والدين واحد لاتفرّق فيه ولا مثار للاختلاف بله الاقتتال، وهذاالسبب هوالبغی وتجاوزالحدود من الرؤساء۔[1]

''کہا گیا ہے کہ اس آیت میں اہل کتاب سے مراد خاص طور پر یہود ہیں، اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نصاریٰ مراد ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہاں عمومی تذکرہ ہے۔ یہود یا نصاریٰ میں سے کوئی ایک گروہ مراد نہیں ہے۔ اس آیت میں وہ سبب بیان کیا گیا ہے جس کی بنا پر اہل کتاب اس اسلام کے دائرہ سے نکل گئے جو ان کے پیغمبر لے کر آئے تھے، چنانچہ وہ مختلف گروہوں اور فرقوں میں بٹ گئے اور دین کے معاملے میں باہم جھگڑنے لگے، حالاں کہ دین ایک ہے، اس میں کوئی تفرقہ ہے اور نہ کوئی ایسی چیز جس کی بنا پر باہم اختلاف کیا جائے، چہ جائے کہ باہم جنگ وجدال کیا جائے۔ وہ سبب ہے سرداروں کا ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی کرنا اور حدود سے تجاوز کرنا۔''

یہود اور نصاریٰ میں سے ہر ایک کا اختلاف اپنے اہل مذہب کے ساتھ بھی ہوا اور انھوں نے آپس میں بھی ایک دوسرے کی خوب مخالفت کی۔ قرآن نے دونوں پہلوؤں سے ان پر نقد کیا ہے۔ یہود کے بارے میں وہ کہتا ہے:

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ (ہود:۱۱۰)

''ہم اس سے پہلے موسیٰ کو بھی کتاب دے چکے ہیں اور اس کے بارے میں بھی اختلاف کیا گیا تھا۔ اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے ہی طے نہ کر دی گئی ہوتی تو ان اختلاف کرنے والوں کے درمیان بھی کا فیصلہ چکا دیا گیا ہوتا۔ یہ واقعہ ہے کہ یہ لوگ اس کی طرف سے شک اور خلجان میں پڑے ہوئے ہیں۔

(۱) تفسیر المنار، ۳/۲۵۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی تعلیمات پیش کرنے کے ساتھ اس معاملے میں نصاریٰ کے اندرونی اختلافات کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتا ہے:

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٣٧﴾ (مریم:۳۷)(۱)

''پھر مختلف گروہ باہم اختلاف کرنے لگے۔ سو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے وہ وقت بڑی تباہی کا ہوگا جب کہ وہ ایک بڑا دن دیکھیں گے۔''

یہود و نصاریٰ کے باہمی اختلاف کا وہ ان الفاظ میں تذکرہ کرتا ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ (البقرۃ:۱۱۳)

''یہودی کہتے ہیں: عیسائیوں کے پاس کچھ نہیں، عیسائی کہتے ہیں: یہودیوں کے پاس کچھ نہیں، حالاں کہ دونوں ہی کتاب پڑھتے ہیں۔''

یہود کی تحریفات و تلبیسات

یہود و نصاریٰ کے باہمی اختلافات میں فیصلہ کتاب اللہ کی بنیاد پر ہو سکتا تھا۔ اسی کے ذریعے یہ بات طے ہو سکتی تھی کہ ان کے کون سے مزعومات و دعاوی صحیح ہیں اور کون سی باتیں غلط ہیں؟ کون سے عقائد و نظریات حق ہیں اور کون سے خیالات اوہام و خرافات کے قبیل سے ہیں؟ لیکن اللہ کی کتاب بھی ان کے تصرفات سے محفوظ نہ رہ سکی۔ انھوں نے اس میں تحریف کر ڈالی، احکام الٰہی کی بے جا تاویلیں کیں اور انھیں اپنی نفسانی خواہشات کے سانچے میں ڈھال لیا۔ کتاب اللہ کے جو بیانات ان کی خواہشات سے ٹکراتے تھے انھیں خارج کر دیا اور من چاہی باتیں اس میں شامل کر دیں۔ بہت سے احکام، جو اس میں موجود تھے، ان پر پردہ ڈال دیا اور زبان کے الٹ پھیر سے باتوں کو کچھ سے کچھ کر دیا۔ یہ یہود کا بہت بڑا جرم تھا۔ قرآن نے اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور اس نازیبا حرکت پر یہود کی سخت الفاظ میں مذمت کی ہے:

(۱) یہی مضمون سورۃ الزخرف:۶۵ میں بھی مذکور ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۝ (البقرۃ:۷۵)

''ان میں سے ایک گروہ کا شیوہ یہ رہا ہے کہ اللہ کا کلام سنا اور پھر خوب سمجھ بوجھ کر دانستہ اس میں تحریف کی''

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (النساء:۴۶)(۱)

''جن لوگوں نے یہودیت کا طریقہ اختیار کیا ہے ان میں کچھ لوگ ہیں جو الفاظ کو ان کے محل سے پھیر دیتے ہیں۔''

ان آیات میں تحریف (یُحَرِّفُوْنَ) کا الفاظ آیا ہے۔ اس کے لغوی معنیٰ ہیں پھیر دینا۔ تحریفِ کلام کا مطلب ہے کسی بات کا مفہوم بدل دینا۔

ابن زیدؒ سے روایت ہے:

''التوراۃ التی أنزلها علیهم، یحرّفونها، یجعلون الحلال فیها حراماً، و الحرام فیها حلالاً، والحق فیه باطلاً، والباطل فیها حقاً''(۲)

''تحریف کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس میں حلال کو حرام، حرام کو حلال، صحیح کو غلط، غلط کو صحیح قرار دیتے تھے۔''

آلوسی فرماتے ہیں:

''وتحریف ذلک إما إزالته عن مواضعه التی وضعه اللہ تعالیٰ فیها من التوراۃ ... وإما صرفه عن المعنی الذی انزله اللّٰه تعالیٰ فیه الی مالا صحة له بالتأویلات الفاسدۃ والتمحّلات الزائفة''(۳)

---

(۱) مزید ملاحظہ کیجیے المائدۃ: ۱۳، ۴۱

(۲) تفسیر طبری، ۲/۲۴۶

(۳) (روح المعانی، ۵/۴۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"تحریف کلام کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ توریت کے بعض مقامات سے بعض عبارتیں ہٹا دیتے تھے اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ عبارت میں تو کوئی تبدیلی نہ کرتے تھے، لیکن غلط تاویلات اور حیلوں بہانوں کے ذریعے اسے اصل معنی سے پھیر دیتے تھے"

یہود کے اس شنیع جرم کے لیے قرآن میں دو مقامات پر يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (النساء:۴۶، المائدۃ:۱۳) اور ایک جگہ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ (المائدۃ:۴۱) کے الفاظ آئے ہیں۔ الفاظ کے معمولی فرق سے بعض مفسرین نے ایک لطیف نکتہ نکالا ہے۔ خازنؒ لکھتے ہیں:

"معنیٰ قوله يُحَرِّفُونَ الكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِه أنّهم يذكرون التأويلات الفاسدة لتلك النصوص، وليس فيه بيان انهم يحرّفون تلك اللفظة من الكتاب، وأماقوله يُحَرِّفُونَ الكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مواضعه ففيه دلالة على أنهم جمعوا بين الأمرين، يعني انهم كانوايذكرون التايلات الفاسدة، وكانوا يحرّفون اللفظة من الكتاب، ففي قوله يُحَرِّفُونَ الكَلِمَ عَنْ مّواضِعِه اشارة الى التأويل الباطل، وفي قوله مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِه إشارة الى إخراجه من الكتاب بالكلية"(۱)

"يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ نصوص کی غلط تاویلات کرتے ہیں۔ اس میں الفاظ کی تبدیلی کا تذکرہ نہیں ہے۔ لیکن يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ سے اشارہ ملتا ہے کہ وہ دونوں کام کرتے تھے۔ وہ نصوص کی غلط تاویلات بھی کرتے تھے اور بسا اوقات انھیں بدل کر ان کی جگہ دوسرے الفاظ لے آتے تھے۔ گویا اول الذکر آیت میں غلط تاویل کرنے کا بیان ہے اور مؤخر الذکر آیت میں اسے بالکلیہ نکال دینے کا اشارہ ہے۔"

(۱) (تفسیر خازن، ۲/ ۴۴)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن اہل کتاب کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝۴۲ (البقرۃ:۴۲)

''باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ اور نہ جانتے بوجھتے حق کو چھپانے کی کوشش کرو''

اس آیت کی تفسیر میں ابوالسعودؒ فرماتے ہیں:

"اللُبس الخلط وقد يلزمه الاشتباه بين المختلطين والمعنىٰ لا تختلطوا الحق المنزّل بالباطل الذى تخترعونه وتكتبونه حتى يشتبه أحدهما بالآخر، أو لاتجعلوا الحقَ ملتبساً بسبب الباطل الذى تكتبونه فى تضاعيفه اؤ تذكرونه فى تأويله"[1]

''لبس کے معنی خلط ملط کرنے کے ہیں۔ بسا اوقات دو چیزوں کے خلط ملط ہونے سے اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حق جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور باطل جسے تم نے گھڑا ہے، دونوں کو خلط ملط نہ کرو کہ ان میں اشتباہ پیدا ہو جائے گا۔ یا مطلب یہ ہے کہ باطل کے ذریعہ جسے تم لکھ کر شامل کر دیتے ہو، یا بہ طور تاویل ذکر کرتے ہو، حق کو مشتبہ نہ بناؤ۔

امام رازیؒ نے لکھا ہے:

واعلم أن إضلال الغير لا يحصل الى بطريقتين، وذلك لأن ذلك الغير إن كان قدسمع دلائل الحق فإضلاله لايمكن الا بتشويش تلك الدلائل عليه، وان كان ماسمعها فإضلاله انما يمكن باخفاء تلك الدلائل عنه ومنعه من الوصول اليها، فقوله وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ اشارة الى القسم الاول وهو تشويش الدلائل

(۱) ارشاد العقل السليم برحاشيہ التفسير الكبير للرازی (طبع قدیم) ۱۰/ ۳۰۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیه، وقوله وَتَكْتُمُوا الحَقَّ إشارة الى القسم الثانى وهو منعه من الوصول الى الدلائل۔(۱)

''کسی شخص کو غلط راستے پر ڈالنا دو طریقوں سے ممکن ہے۔ اس لیے کہ یا تو اس نے حق کے دلائل سن لیے ہوں گے یا نہیں سنے ہوں گے۔ پہلی صورت میں اسے اس طرح گم راہ کیا جاسکتا ہے کہ اسے ان دلائل کے بارے میں شبہات میں مبتلا کر دیا جائے اور دوسری صورت میں یوں کہ ان دلائل کو چھپا لیا جائے اور اسے ان تک پہنچنے ہی نہ دیا جائے۔ وَلَا تَلْبِسُوا الحق بالباطل سے پہلی صورت کی طرف اور وَتَكْتُمُوا الحَقَّ سے دوسری صورت کی طرف اشارہ مقصود ہے۔''

ایک جگہ قرآن اہل کتاب کی مذمت کرتے ہوئے کہتا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝ (البقرۃ:۷۹)

''پس ہلاکت اور تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں، پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے، تاکہ اس کے معاوضہ میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کرلیں۔ ان کے ہاتھوں کا یہ لکھا بھی اُن کے لیے تباہی کا سامان ہے اور ان کی یہ کمائی بھی ان کے لیے موجب ہلاکت''

اس آیت کی تفسیر میں علامہ طبریؒ فرماتے ہیں:

''يعنى بذلك الذين حرّفوا كتاب الله من يهود بنى اسرائيل، و كتبوا كتاباً على ماتأوّلوه من تأويلا تهم، مخالفاً لما أنزل الله على نبيّه موسىٰ ﷺ، ثم باعوه من قوم لا علم لهم بها، ولا بما فى التوراة، جُهّال بما فى كتب الله۔ لطلب عرضٍ من الدنيا خسيس، فقال الله

(۱) تفسیر کبیر، ۳/ ۴۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لهم "فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ"(۱)

''اس میں بنی اسرائیل کے ان لوگوں کا تذکرہ ہے جنھوں نے اللہ کی کتاب میں تحریف کردی اور اس نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام پر جو وحی نازل کی تھی اس کی غلط تاویلات تحریری شکل میں پیش کیں اور انھیں ایسے لوگوں کے ہاتھ فروخت کیا جو نہ توریت کی حقیقی تعلیمات سے واقف تھے نہ ان تاویلات سے۔ اس سے ان کا مقصد دنیا کے حقیر مفادات کا حصول تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تباہی کی خبردی''

یہود کی یاوہ گوئیوں پر ان کی سرزنش کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا ۖ

(الانعام:۹۱)

''ان سے پوچھو، پھر وہ کتاب، جسے موسیٰ لایا تھا، جو تمام انسانوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، جسے تم پارہ پارہ کرکے رکھتے ہو، کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو اسے کس نے نازل کیا تھا؟''

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:

'أی تجعلون جملتها قراطیس ، أی قطعاً تکتبونها من الکتاب الأصلی الذی بأیدیکم، تحرّفون وتبدّلون وتتأولون وتقولون هذامن عندالله"(۱)

''اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمھارے پاس جو اصل کتاب موجود ہے اس سے نقل کرکے ٹکڑوں کی شکل میں پیش کرتے ہو اور اس طریقے سے اس میں جس طرح کی بھی تحریف، تبدیلی یا تاویل چاہتے ہو، کرگزرتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے''

---

(۱) تفسیر طبری، ۲/ ۲۷۰

(۲) (تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۸۳۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک جگہ قرآن کتاب اللہ کے ساتھ یہود کی بدمعاملگی کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے:

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (آل عمران:۷۸)

''ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے اس طرح زبان کا الٹ پھیر کرتے ہیں کہ تم سمجھو جو کچھ وہ پڑھ رہے ہیں وہ کتاب ہی کی عبارت ہے، حالاں کہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہوتی۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے، حالاں کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا۔ وہ جان بوجھ کر جھوٹ بات اللہ کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔''

علامہ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے:

"يخبر تعالىٰ عن اليهود أن منهم فريقاً يحرّفون الكلم عن مواضعه ويبدّلون كلام اللّٰه ويزيلونه عن المراد به، ليُوهموا الجهلة أنه في كتاب اللّٰه كذلكِ، وينسبونه الى اللّٰه، وهو كذب على اللّٰه، وهم يعلمون من أنفسهم أنهم قد كذبوا وافتروا في ذلك كله۔"[1]

''ان میں سے بعض لوگ ایسے تھے جو کلام اللہ کے الفاظ میں تحریف اور تبدیلی کرتے تھے، انھیں معنیٰ مراد سے ہٹادیتے تھے، تاکہ ناواقف لوگوں کو اس وہم میں مبتلا کردیں کہ جو بات وہ کہہ رہے ہیں وہ اللہ کی کتاب میں مذکور ہے۔ اس طرح وہ جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ اور بہتان باندھتے ہوئے ایک غلط بات کو اس کی طرف منسوب کردیتے تھے۔''

یہود کے ذریعہ اللہ کی کتاب میں تحریف ایک ایسی زندہ حقیقت ہے، جس کا اعتراف خود عہد نامہ قدیم کے بعض صحیفوں میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ ان میں تحریف کی مختلف صورتوں کی

(۱) تفسیر ابن کثیر، ۱/ ۴۲۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صراحت کی گئی ہے۔ کتاب یرمیاہ میں ہے:

''تم کیوں کہتے ہو کہ ہم تو دانش مند ہیں اور خداوند کی شریعت ہمارے پاس ہے؟ لیکن دیکھ، لکھنے والوں کے باطل قلم نے بطالت پیدا کی ہے۔ دانش مند شرمندہ ہوئے۔ وہ حیران ہوئے اور پکڑے گئے۔ دیکھ انھوں نے خداوند کے کلام کو رد کیا''(۱)

دوسری جگہ ہے:

''چاہیے کہ ہر ایک اپنے پڑوسی اور اپنے بھائی سے یوں کہے کہ خداوند نے کیا جواب دیا اور خداوند نے کیا فرمایا؟ پر خداوند کی طرف سے بارِ نبوت کا ذکر تم کبھی نہ کرنا۔ اس لیے کہ ہر ایک آدمی کی اپنی ہی باتیں اس پر بار ہوں گی، کیوں کہ تم نے زندہ خدا رب الافواج ہمارے خدا کے کلام کو بگاڑ ڈالا ہے''(۲)

ایک جگہ اللہ کی کتاب میں دوسری بہت سی باتیں بڑھا دینے کی صراحت ہے:

''تب یرمیاہ نے دوسرا طومار لیا اور باروک بن نیریاہ منشی کو دیا اور اس نے اس کتاب کی سب باتیں جسے شاہِ یہوداہ یہویقیم نے آگ میں جلایا تھا، یرمیاہ کی زبانی اس میں لکھیں اور ان کے سوا ویسی ہی اور بہت سی باتیں اُن میں بڑھا دی گئیں''(۳)

یہود کے انحرافات اور کتاب اللہ میں ان کی تحریفات کی ایک طویل فہرست ہے۔ قرآن کریم میں تفصیل سے ان پر روشنی ڈالی گئی ہے اور عہد نامۂ قدیم سے بھی اس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ اختصار کے ساتھ چند مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

۱- توریت میں زنا کو حرام قرار دیا گیا اور اس کی شدید الفاظ میں مذمت کی گئی ہے (خروج ۲۰: ۱۴، ۱۷) لیکن یہود نے متعدد برگزیدہ پیغمبروں اور ان کی اولاد کی طرف اس کی نسبت کی ہے۔ (پیدائش ۲۹: ۳۰-۳۸، ۳۵: ۲۱-۲۲، سموئیل دوم ۱۳: ۱۰-۱۴)

۲- یہود پر سود کی شناخت واضح کرتے ہوئے اسے حرام قرار دیا گیا تھا، لیکن انھوں نے اس کی حرمت کو صرف اس صورت میں باقی رکھا جب اس کا لین دین یہود کے درمیان ہو، غیر یہودی کو سودی قرض دینا جائز کرلیا۔ (استثناء ۲۳: ۱۹-۲۰)

(۱) (کتاب یرمیاہ ۸: ۸-۹)

(۲) (حوالہ سابق ۲۳: ۳۵-۳۶)

(۳) (حوالہ سابق ۳۶: ۳۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ انھیں حکم دیا گیا تھا کہ جو رسول بھی ان کے پاس اللہ کا پیغام لے کر آئے اس پر ایمان لائیں اور اس کے حکموں پر عمل کریں، مگر انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا۔ نہ صرف یہ کہ ان پر ایمان نہیں لائے، بل کہ ان کے قتل کے درپے ہوئے۔ ان کے ہاتھ دیگر متعدد انبیاء کے خون سے رنگین ہیں۔ ان کا یہ جرم خود عہد نامہ قدیم کے بعض صحیفوں سے ثابت ہے۔

۴۔ ان پر اچھی طرح واضح کر دیا گیا تھا کہ ہر شخص جیسے اعمال اس دنیا میں کرے گا انہی کے مطابق آخرت میں ان کا بدلہ پائے گا اور ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ کسی دوسرے پر ان کی ذمہ داری نہیں ڈالی جاسکتی۔ لیکن وہ اس خام خیالی میں مبتلا ہو گئے کہ وہ جیسے بھی کام اس دنیا میں کریں، قیامت میں ہر حال میں ان کی بخشش ہو جائے گی۔

نصاریٰ کی تحریفات

نصاریٰ نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت جلد ان کی حقیقی دعوت کو فراموش کر دیا اور کفر و شرک کی تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے لگے۔ وہ توحید کی شاہ راہ پر چلنے کے بجائے فلسفیانہ گورکھ دھندوں میں الجھ کر رہ گئے۔ اس طرح انھوں نے اپنے لیے جو عقائد اختیار کیے ان کا اللہ کے حقیقی دین سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا:

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک خدا کی بندگی و پرستش کی دعوت دی تھی۔ ان کی یہ دعوت انجیل کے بعض مقامات پر اب بھی موجود ہے:

"اور زمین پر کسی کو اپنا باپ نہ کہو، کیوں کہ تمھارا باپ ایک ہی ہے، جو آسمانی ہے۔"
(متی، باب ۲۳:۹)

"اے اسرائیل سن، خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے" (مرقس، باب ۱۲:۲۹-۳۰)

"تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر" (لوقا: باب ۴:۸، متی، باب ۴:۱۰)

لیکن ان کے پیروکاروں اور ان کا دم بھرنے والوں نے تین خدا بنا ڈالے اور تثلیث کا عقیدہ عیسائیت کا سرکاری عقیدہ قرار پایا۔ قرآن کریم نے یہ عقیدہ رکھنے والوں پر سخت الفاظ میں نکیر کی ہے اور توحید کو اصل، بنیادی اور صحیح عقیدہ قرار دیا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ (المائدۃ: ۷۳)

''یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے۔ حالاں کہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔''

(۲) حضرت عیسیٰ اللہ کے دوسرے رسولوں کی طرح ایک انسان تھے، جنھیں دوسرے انسانوں کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا تھا۔ انجیل کے بعض صحیفوں میں اب بھی اس کی صراحت ملتی ہے:

''اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھے خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو، جسے تو نے بھیجا ہے، جانیں'' (یوحنا، باب ۱۷: ۳)

لیکن عیسائیوں نے انھیں 'خدا' بنا ڈالا۔ ابتدا میں عیسائیت کے پیروکاروں میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو حضرت عیسیٰ کو محض اللہ کا بندہ اور رسول سمجھتے تھے، لیکن ایسے لوگوں کو جلاوطن یا قتل کر دیا گیا اور عیسائی پادریوں کی ایک کونسل بلا کر بہ جبر ایک قرارداد منظور کی گئی، جس کے مطابق 'الوہیت مسیح' کو متفقہ طور پر عیسائی عقائد میں شامل کر لیا گیا۔ قرآن نے یہ عقیدہ رکھنے والوں پر بھی نقد کیا ہے اور اسے حضرت عیسیٰ کی حقیقی دعوت سے مغایر بتایا ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَ قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ؕ
(المائدۃ: ۷۲)

''یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنھوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے، حالاں کہ مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل، اللہ کی بندگی کرو، جو میرا رب بھی ہے اور تمھارا رب تھا۔''

(۳) حضرت عیسیٰ کے مواعظ میں اللہ کے لیے 'باپ' کا لفظ بار بار آیا ہے۔ اصلاً یہ 'رب' کے معنیٰ میں ہے۔ عبرانی زبان میں 'اب' کا لفظ باپ اور رب دونوں معنوں میں مستعمل ہے۔ اسی طرح 'ابن' کا لفظ 'بیٹا' اور 'عبد' دونوں کے لیے آتا ہے۔ اور سیاق و سباق سے تعیین ہوتی ہے کہ یہ الفاظ کہاں کس مفہوم میں آئے ہیں۔ چناں چہ توریت و انجیل میں متعدد افراد کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'اللہ کے بیٹے' کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ مثلاً حضرت آدمؑ (لوقا، باب ۳: ۳۸) فرشتے (پیدائش، باب ۶: ۲ و ۴) حضرت یعقوبؑ (استثناء، باب ۱۴: ۱) نصاریٰ (یوحنا، باب ۱: ۱۲) اسی معنیٰ میں اس کا استعمال حضرت عیسیٰؑ کے لیے بھی ہوا ہے اور حضرت عیسیٰؑ نے اللہ کے لیے لفظ 'باپ' کا استعمال ہر جگہ 'رب' کے معنیٰ میں کیا ہے۔ انجیل کے بعض مقامات پر دوسرے مترادف لفظ سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے:

"لیکن میرے بھائیوں کے پاس جا کر ان سے کہہ کہ میں اپنے باپ اور تمھارے باپ اور اپنے خدا اور تمھارے خدا کے پاس اوپر جاتا ہوں" (یوحنا، باب ۲: ۱۸)

اس سے واضح ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کو جس معنیٰ میں اپنا 'باپ' کہتے ہیں، اسی معنیٰ میں اسے تمام مخلوق کا 'باپ' کہتے ہیں اور یہ تعبیر انھوں نے ربوبیت کے پہلو سے اختیار کی ہے، نہ کہ اپنا نسبی رشتہ جوڑنے کے لیے۔ قرآن کریم نے بھی متعدد مقامات پر حضرت عیسیٰؑ کی یہی دعوت نقل کی ہے: اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ[1] (حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی میرا رب بھی ہے اور تمھارا رب بھی) لیکن عیسائیوں نے اس لفظ کو حقیقی معنیٰ میں لے کر حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا بنا لیا۔ قرآن نے ان کے اس عقیدہ کا تذکرہ کیا ہے:

وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ (التوبۃ: ۳۰)

"اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔"

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ عقیدہ رکھنے والوں پر سخت نکیر کی گئی ہے اور دلائل کے ساتھ اس کا رد کیا گیا ہے۔

(۴) عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے علاوہ دیگر معاملات میں بھی تحریفات سے کام لیا۔ مثلاً ابتدا میں وہ روح المقدس کو الٰہ نہیں، بلکہ مخلوق سمجھتے تھے۔ لیکن چوتھی صدی عیسوی کے اواخر میں قسطنطنیہ کونسل میں روح القدس کی الوہیت کا اعلان کر دیا گیا۔ اسی طرح ان کے بعض فرقوں نے حضرت عیسیٰؑ کی ماں کو بھی خدا بنا ڈالا۔

قرآن نے ان کے اس عقیدہ کا بھی رد کیا ہے اور حضرت عیسیٰؑ اور ان کی ماں دونوں کی 'انسانیت' کا اثبات کیا ہے:

(۱) ملاحظہ کیجیے آل عمران: ۵۰، ۵۱، المائدۃ: ۷۲، ۱۱۷، مریم: ۳۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ (المائدۃ:۷۵)

''مسیح بن مریم اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول تھا۔ اس سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے۔ اس کی ماں ایک راست باز عورت تھی اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔''

(۵) حضرت عیسیٰؑ کی حقیقی تعلیمات کو فراموش کر دینے کے بعد عیسائی جن گم راہیوں کا شکار ہوئے ان کا خلاصہ ایک لفظ میں بیان کرتا ہو تو اسے 'غلو' سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ انھوں نے حضرت عیسیٰؑ، ان کی ماں اور روح القدس کے معاملے میں غلو کیا۔ انھوں نے اپنے علماء اور راہبوں کے معاملے میں غلو کیا اور انھیں حلال و حرام کرنے کا اختیار دے بیٹھے، انھوں نے زندگی گزارنے کے طریقوں کے معاملے میں غلو کیا اور نفس کشی اور جسمانی ایذا رسانی کو تقرب خداوندی کا ذریعہ سمجھ لیا۔ قرآن نے اس معاملے میں بھی ان کی بے راہ روی پر تنقید کی ہے:

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ (النساء:۱۷۱)

''اے اہل کتاب، اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو۔''

(۶) وہ اللہ کی کتاب میں تحریف کرنے سے باز نہ آئے۔ ان کی نمایاں تحریفات میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صریح اور واضح الفاظ میں اپنے بعد آنے والے ایک نبی کی پیشین گوئی کی تھی۔ لیکن انھوں نے اس پر پردہ ڈال دیا۔ انجیل برناباس، جو سرکاری طور پر غیر تسلیم شدہ انجیل قرار پانے کی وجہ سے ان کی تحریفات سے محفوظ رہی، اس میں اب بھی اس مضمون کی بہت سی پیشین گوئیاں موجود ہیں۔

خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کا مشن

سلسلۂ نبوت کا خاتمہ حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی پر ہوا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے مختلف زمانوں اور مختلف قوموں میں اپنے رسول بھیجے تھے اور ہر رسول نے اپنی قوم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو توحید کی تعلیم دی تھی اور شرک سے روکا تھا، یہی کارِ عظیم آپؐ نے بھی انجام دیا۔ جس طرح ہر رسول نے اپنی قوم کو اللہ کے حکموں پر چلنے اور اس کی مرضی کے کام کرنے کی صورت میں اس کے اجرِ و انعام کی خوش خبری دی تھی اور اس کی نافرمانی کرنے اور اس کے غیظ و غضب کو بھڑکانے والے کام کرنے پر اس کی دردناک سزا سے ڈرایا تھا اسی طرح یہ فریضہ آپؐ نے بھی انجام دیا۔ دوسرے انبیاء کے مقابلے میں آپ کا امتیاز یہ ہے کہ گزشتہ زمانوں میں ہر نبی کسی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، جب کہ آپؐ کی نبوت دائمی اور قیامت تک کے لیے ہے۔ ان پہلوؤں پر قرآن کریم میں مختلف مقامات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ (سبا:۲۸)(۱)

”اور (اے نبیؐ) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔“

ایک جگہ آپؐ کی دعوت کی آفاقی حیثیت بھی واضح کی گئی ہے اور اس کا خلاصہ بھی بیان کر دیا گیا ہے:

وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ (الانبیاء:۱۰۷-۱۰۸)

”(اے نبیؐ) ہم نے تو تم کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ ان سے کہو ”میرے پاس جو وحی آئی ہے وہ یہ ہے کہ تمھارا خدا صرف ایک خدا ہے، پھر کیا تم سر اطاعت جھکاتے ہو؟“

ایک جگہ اللہ کے رسول ﷺ کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ جس طرح ہر قوم میں ڈرانے والا بھیجا گیا تھا، اسی طرح یہ مشن اب تمھارے حوالے کیا گیا ہے:

اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۭ

(۱) قرآن کریم کی متعدد آیات میں رسول اللہ ﷺ کے بشیر و نذیر ہونے کا تذکرہ ہے۔ ملاحظہ کیجیے: البقرۃ:۱۱۹، المائدۃ:۱۹، بنی اسرائیل:۱۰۵، الفرقان:۵۶، الاحزاب:۴۵، الفتح:۸، فاطر:۲۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ (فاطر: ۲۳-۲۴)

''تم تو بس ایک خبردار کرنے والے ہو۔ ہم نے تم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔ اور کوئی امت ایسی نہیں گزری ہے جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو۔''

آں حضرت ﷺ کی دعوت کی آفاقیت کا تذکرہ متعدد احادیث میں بھی موجود ہے۔

ایک حدیث میں، جو حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے، آپؐ نے فرمایا:

كان النبي يُبعث الى قومه خاصةً ، و بُعثت الى الناس عامةً (۱)

''پہلے نبی خاص طور پر اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا ہے، جب کہ مجھے تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی یہ پوزیشن یہود و نصاریٰ پر بھی واضح کر دی گئی۔ ان کو بتا دیا گیا کہ جس طرح تمھارے درمیان پہلے خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے آ چکے ہیں اسی طرح یہ رسول بھی آیا ہے، اس لیے دانش مندی کا تقاضا ہے کہ اس پر ایمان لاؤ اور اس کی اتباع کرو۔

يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ (المائدۃ: ۱۹)

''اے اہل کتاب ہمارا یہ رسول ایسے وقت تمھارے پاس آیا ہے اور دین کی واضح تعلیم تمھیں دے رہا ہے۔ جب کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ ایک مدت سے بند تھا، تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔ سو دیکھو۔ اب وہ بشارت دینے اور ڈرانے والا آ گیا۔''

سورۃ الاعراف میں شاہِ مصر فرعون اور اس کی قوم، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت،

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب التیمم، ۳۳۵، صحیح مسلم، کتاب المساجد، ۵۲۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون کا معاملہ اور غرقابیِ فرعون کے بعد بنی اسرائیل کے حالات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ درمیان میں درج ذیل آیت آئی ہے، جو بڑی اہم اور معنی خیز ہے:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

(الاعراف:۱۵۸)

”(اے محمدؐ) کہو کہ اے انسانو، میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی امی پر، جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے اور پیروی اختیار کرو اس کی، امید ہے کہ تم راہِ راست پالو گے“

علامہ ابن کثیرؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

وهذا خطاب للأحمر والأسود والعربي والعجمي ... وهذا من شرفه وعظمته أنّه خاتم النبيين وأنه مبعوث الى الناس كافة ... والآيات فى هذا كثيرة، كما أن الأحاديث فى هذا أكثر من أن تحصر، وهومعلوم من دين الإسلام ضرورة أنه صلوات اللّٰه وسلامه عليه رسول الله الىٰ الناس كلهم ... أخبرهم أنه رسول الله ﷺ اليهم، ثم أمرهم باتباعه والإيمان به (النّبيّ الأُمّى) أى الذى وعدتم به وبشّرتم به فى الكتب المتقدّمة، فانه منعوت بذلك فى كتبهم۔ (۱)

(۱) تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۹۴۹-۹۵۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یہ کالے گورے عربی عجمی سب سے خطاب ہے۔ یہ آں حضرت ﷺ کا شرف اور آپ کی عظمت ہے کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کو تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر بہت سی آیات ہیں۔ اور احادیث تو بے شمار ہیں۔ اور یہ تو اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ آپؐ تمام انسانوں کی طرف اللہ کے رسول ہیں... آپؐ نے انھیں خبر دی کہ آپؐ ان کی طرف اللہ کے رسول ہیں، پھر انھیں حکم دیا کہ آپ کی اتباع کریں اور آپ پر ایمان لائیں۔ النبی الامّی کا مطلب یہ ہے کہ اس نبی پر ایمان لاؤ جس کی بعثت کا سابقہ کتابوں میں تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور جس کی تمھیں بشارت دی گئی تھی۔ یہ بات اس لیے کہی گئی، کیوں کہ آپؐ کے اوصاف ان کی کتابوں میں مذکور تھے۔''

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

هذه الآية تدلّ على أن محمداً عليه الصلاة والسلام مبعوث الى جميع الخلق(۱)

''یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت محمد ﷺ تمام مخلوقات کی طرف بھیجے گئے ہیں۔''

آپؐ کوئی انوکھے رسول نہیں ہیں

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں واضح الفاظ میں کہا گیا کہ نہ وہ پہلے رسول ہیں نہ ان کی دعوت انوکھی ہے۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول آچکے ہیں اور اسی چیز کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں جس کی طرف اب وہ بلا رہے ہیں، پھر ان کے بارے میں ردّ و انکار کا رویہ کیوں اپنایا جارہا ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ

(آل عمران: ۱۴۴)

''محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں''

آپؐ کو یہ اعلان کر دینے کی ہدایت کی گئی:

---

(۱) تفسیر کبیر، ۱۵/ ۲۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (الاحقاف:۹)

''ان سے کہو، میں کوئی نرالا رسول تو نہیں ہوں''

اس آیت میں 'بدع' کا لفظ آیا ہے۔ بدع اس چیز کو کہتے ہیں جس کے مثل پہلے نہ دیکھا گیا ہو[۱] یعنی میں پہلا رسول نہیں ہوں، مجھ سے پہلے بھی رسول آ چکے ہیں۔[۲] اس آیت کی تشریح میں حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:

أی لست بأوّل رسول طرق العالم، بل قد جاء ت الرسل من قبلی، فما أنا بالأمر الذی لا نظیرله حتی تستنکرونی وتستبعدوا بعثتی الیکم، فانه قدأرسل الله قبلی جمیع الأنبیاء الی الأمم»[۳]

''یعنی میں پہلا رسول نہیں ہوں جو اس دنیا میں آیا ہے، بل کہ مجھ سے پہلے بھی رسول آتے رہے ہیں۔ میرا معاملہ ایسا نہیں ہے جس کی پہلے کوئی نظیر نہ ہو، جس کی بنا پر تم اچنبھے کا اظہار کرو اور اپنی طرف میری بعثت کو بعید سمجھو۔ مجھ سے پہلے اللہ نے بہت سے انبیاء مختلف قوموں کی طرف بھیجے تھے۔''

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

أی ماکنت أولهم، فلا ینبغی أن تنکروا إخباری بأنی رسول الله الیکم، ولا تنکروا دعائی لکم الی التوحید، ونهیی عن عبادة الأصنام، فان کل الرسل انما بعثوا بهذا الطریق[۴]

---

(۱) (البحر المحیط: ۸/ ۸۰ (والبدع والبدیع من الأشیاء مالم یرمثله) تفسیر کبیر، ۲۸/ ۷ (والبدع والبدیع من کل شی المبدأ، والبدعة مااخترع ممالم یکن موجودا قبله)

(۲) تفسیر ابن کثیر، ۴/ ۲۱۱۸، البحر المحیط، ۸/ ۸۰ (عن ابن عباس وقتادة وحسن ومجاهد)

(۳) تفسیر ابن کثیر، ۴/ ۲۱۱۸

(۴) تفسیر کبیر، ۲۸/ ۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی میں پہلا رسول نہیں ہوں۔ اس لیے اگر میں کہہ رہا ہوں کہ میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور تمھیں توحید کی طرف بلا رہا ہوں اور بت پرستی سے روک رہا ہوں تو یہ مناسب نہیں ہے کہ تم اس کا انکار کرو، اس لیے کہ تمام رسولوں کی بعثت اسی طریقے پر ہوئی تھی۔''

ایک جگہ کہا گیا کہ حضرت محمد ﷺ کو اسی طرح رسول بنا کر بھیجا گیا ہے جس طرح آپ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا:

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ؁ (المزمل:۱۵)

''تم لوگوں کے پاس ہم نے اسی طرح ایک رسول تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔''

سورۃ النساء میں انبیاء کی ایک طویل فہرست پیش کی گئی ہے، ساتھ ہی کہا گیا ہے کہ جس طرح ان کی طرف اللہ نے وحی کی تھی اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی طرف وحی کی گئی ہے اور جس طرح انبیاء سابقین اپنی اپنی قوموں کو خوش خبری دینے اور ڈرانے کے لیے بھیجے گئے تھے اسی طرح آپ کو بھی بھیجا گیا ہے:

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ؁ وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ؁ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ؁ (النساء:۱۶۳-۱۶۵)

''(اے نبیؐ) ہم نے تمھاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔ ہم نے ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ، عیسیٰؑ، ایوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف وحی بھیجی، ہم نے داوٗدؑ کو زبور دی، ہم نے ان رسولوں پر بھی وحی نازل کی جن کا ذکر ہم اس سے پہلے تم سے کر چکے ہیں اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر تم سے نہیں کیا۔ ہم نے موسیٰؑ سے اس طرح گفتگو کی جس طرح گفتگو کی جاتی ہے۔ یہ سارے رسول خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے، تاکہ ان کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلہ میں کوئی حجت نہ رہے اور اللہ بہر حال غالب رہنے والا اور حکیم و دانا ہے۔''

ساتھ ہی یہ بھی صراحت کر دی گئی ہے کہ تمام انبیاء کو وحی کی جانے والی تعلیم بنیادی طور پر ایک ہی تھی:

وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝۶۵ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ۝۶۶ (الزمر:۶۵-۶۶)

''تمھاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمھارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔ لہٰذا (اے نبیؐ) تم بس اللہ ہی کی بندگی کرو اور شکر گزار بندوں میں سے ہو جاؤ۔''

قرآن - اللہ کی غیر محرّف کتاب

آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو جو وحی بھیجی گئی وہ قرآن مجید کی شکل میں محفوظ ہے۔ اس میں ادنیٰ سی بھی کمی بیشی یا تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ دوسری مذہبی کتابوں کے مقابلے میں اس کا ایک امتیاز یہ ہے کہ دوسری کتابیں حوادثِ زمانہ کی نذر ہو گئیں، ان کے اصل نسخے ضائع ہو گئے، بعد میں یادداشتوں کی بنیاد پر انھیں ازسرِ نو مرتب کیا گیا۔ خود ان کو ماننے والوں نے ان میں تحریفات کر ڈالیں، بہت سی باتیں، جو ان کی خواہشاتِ نفسانی سے ٹکراتی تھیں، انھیں خارج کر دیا اور بہت سی باتیں جو ان کی خواہشات سے مطابقت رکھتی تھیں ان میں داخل کر دیں، لیکن قرآن کریم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ جیسا نازل ہوا تھا ٹھیک ویسا ہی آج بھی موجود ہے۔ قرآن خود اپنا تعارف ان الفاظ میں کراتا ہے:

وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌۙ۝۴۱ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ۝۴۲ (حٰم السجدۃ: ۴۱-۴۲)

''حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک زبردست کتاب ہے۔ باطل نہ سامنے سے اس پر آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔ یہ ایک حکیم وحمید کی نازل کردہ چیز ہے۔''

''باطل کے سامنے اور پیچھے سے نہ آسکنے'' کا کیا مطلب ہے؟ مفسرین کرام نے اس کی مختلف توجیہیں کی ہیں۔ علامہ طبری نے مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد درج ذیل قول کو ترجیح دی ہے:

لا یستطیع ذو باطل بکیده تغییره بکیده و تبدیل شئٍ من معانیه عما هو به، و ذلک هو الإتیان من بین یدیه، و لا إلحاق مالیس منه فیه، و ذلک إتیانه من خلفه(۱)

''سامنے سے نہ آسکنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی سازشی باطل پرست اور سازشی اپنی سازش کے ذریعے نہ اس میں کوئی تبدیلی کرسکتا ہے اور نہ اس کے حقیقی معانی سے اسے پھیر سکتا ہے اور پیچھے سے نہ آسکنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں باہر سے کوئی چیز شامل نہیں کی جاسکتی۔''

علامہ زمخشری اس طرزِ تعبیر کو تمثیل قرار دیتے ہیں اور اس کا یہ مطلب بتاتے ہیں:

مَثَل، کأن الباطل لا یتطرّق الیه و لا یجد الیه سبیلاً من جهة من الجهات حتی یصل الیه و یتعلق به(۲)

''یہ تمثیل ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ باطل کسی بھی سمت سے اس تک نہیں پہنچ سکتا اور

---

(۱) تفسیر طبری (طبع قدیم) ۲۴/ ۷۹

(۲) الکشاف، ۳/ ۴۵۵۔ اس توجیہ کو دیگر مفسرین نے بھی کشاف کے حوالے کے ساتھ یا بغیر حوالہ کے نقل کیا ہے، ملاحظہ کیجیے: التفسیر الکبیر، ۲۷/ ۱۱۷، البحر المحیط، ۷/ ۶۶۳، روح المعانی، ۲۴/ ۱۲۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی بھی صورت میں اس کی اس تک رسائی نہیں ہو سکتی۔"

امام رازیؒ نے اس پر تفصیل سے بحث کی ہے اور زمخشریؒ کی توجیہ کے علاوہ درج ذیل توجیہات بھی بیان کی ہیں:

الأول: لاتكذّبه الكتب المتقدّمة كالتوراة والإنجيل والزبور، ولا يجئ كتاب من بعده يكذّبه۔

الثاني: ماحكم القرآن بكونه حقالايصير باطلا، وماحكم بكونه باطلا لا يصير حقاً۔

الثالث: معناه انه محفوظ من ان ينقص منه فيأتيه الباطل من بين يديه، أويزادفيه فيأتيه الباطل من خلفه۔

الرابع: يحتمل ان يكون المراد انه لايوجد في المستقبل كتاب يمكن جعله معارضاًله، ولم يوجد فيما تقدم كتاب يصلح جعله معارضاً له [1]

"اوّل: نہ کتبِ سابقہ مثلاً توریت، انجیل اور زبور اسے جھٹلاتی ہیں اور نہ اس کے بعد آنے والی کوئی کتاب اسے جھٹلائے گی۔

دوم: جس چیز کو قرآن نے حق کہہ دیا وہ باطل نہیں ہو سکتی اور جس کے بارے میں باطل ہونے کا فیصلہ سنا دیا وہ حق نہیں ہو سکتی۔

سوم: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بالکل محفوظ ہے۔ باطل کے، سامنے سے نہ آ سکنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی اور پیچھے سے نہ آ سکنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔

چہارم: اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ نہ مستقبل میں کوئی ایسی کتاب پائی جا سکتی ہے جو اس کے مدّمقابل ہو اور نہ ماضی میں کوئی ایسی کتاب پائی گئی ہے جسے اس کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہو"

---

(۱) تفسیر کبیر۔ ۲۷/۱۱۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا مودودیؒ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''سامنے سے نہ آسکنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پر براہ راست حملہ کرکے اگر کوئی شخص اس کی کسی بات کو غلط اور کسی تعلیم کو باطل و فاسد ثابت کرنا چاہے تو اس میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ پیچھے سے نہ آسکنے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک کبھی کوئی حقیقت و صداقت ایسی منکشف نہیں ہوسکتی جو قرآن کے پیش کردہ حقائق کے خلاف ہو، کوئی علم ایسا نہیں آسکتا جو فی الواقع 'علم' ہو اور قرآن کے بیان کردہ علم کی تردید کرتا ہو، کوئی تجربہ اور مشاہدہ ایسا نہیں ہوسکتا جو یہ ثابت کردے کہ قرآن نے عقائد، اخلاق، قانون، تہذیب وتمدن، معیشت ومعاشرت اور سیاست مُدن کے باب میں انسان کو جو رہنمائی دی ہے وہ غلط ہے''۔(۱)

قرآن کے زمانۂ نزولِ ہی میں اس کے مخالفین نے الزام لگایا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے، بل کہ انسانی کاوش کا نتیجہ ہے۔ قرآن نے سختی سے اس الزام کی تردید کی اور اس کی دلیل یہ دی کہ جو تعلیم یہ پیش کرتا ہے وہ بعینہٖ وہی ہے جو پچھلے انبیاء لا چکے ہیں اور جو سابقہ کتابوں میں درج ہے:

وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ (یونس:۳۷)(۲)

''اور یہ قرآن وہ چیز نہیں ہے جو اللہ کی وحی وتعلیم کے بغیر تصنیف کرلیا جائے، بل کہ یہ تو جو کچھ پہلے آچکا تھا اس کی تصدیق اور الکتاب کی تفصیل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فرماں روائے کائنات کی طرف سے ہے''

قرآن الزام لگانے والوں کو چیلنج کرتا رہا کہ اگر تم اسے اللہ کا کلام نہیں مانتے اور انسانی تصنیف قرار دیتے ہو تو ویسا کلام خود پیش کرکے دکھاؤ۔ کبھی اس نے دس سورتیں پیش کرنے کا چیلنج کیا (ہود:۱۳) تو کبھی ایک سورت کا (یونس:۳۸)۔ یہ چیلنج مکّی دور کی سورتوں میں بار بار پیش کیا جاتا

(۱) سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ۴/ ۴۶۳

(۲) مخالفین کا الزام اور اس کا جواب قرآن میں متعدد مقامات پر مذکور ہے۔ ملاحظہ کیجیے: یونس:۳۸، ہود:۱۳، ۳۵، الانبیاء:۵، الفرقان:۴، السجدۃ:۳، الاحقاف:۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہا۔ مگر اہل قریش اپنی بے مثل زبان دانی اور اعلیٰ درجے کی فصاحت و بلاغت کے باوجود ویسا کلام پیش کرنے سے عاجز و بے بس رہے۔ بالآخر مدنی دور کے آغاز میں نازل ہونے والی سورۃ البقرۃ میں آخری مرتبہ انھیں چیلنج کیا گیا:

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ (البقرۃ:۲۳)

''اور اگر تمھیں اس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے، یہ ہماری ہے یا نہیں تو اس کے مانند ایک ہی سورت بنا لاؤ، اپنے سارے ہم نواؤں کو بلا لو، ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس جس کی چاہو مدد لے لو، اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر کے دکھاؤ''

پھر جو کچھ قرآن کی شکل میں نازل ہوتا رہا اس کی حفاظت کا غیر معمولی انتظام کیا گیا۔ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ضمانت لی: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾ (رہا یہ ذکر تو اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں) اور اپنے پیغمبر کو تسلی دی کہ اس کی حفاظت کے تعلق سے فکر مند اور پریشان نہ ہوں۔ یہ کام ہمارا ہے اور ہم اسے کر کے رہیں گے:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾

(القیٰمۃ:۱۶-۱۹)

'' (اے نبیؐ) اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو، اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے، لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اس وقت تم اس کی قراءت کو غور سے سنتے رہو۔ پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے''

جوں جوں قرآن نازل ہوتا رہا لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہوتا رہا اور تحریری شکل میں بھی اسے محفوظ کیا جاتا رہا، باوجود یہ کہ اُس زمانے میں لکھنا پڑھنا جاننے والے انتہائی قلیل تعداد میں تھے، مکہ میں ایسے لوگوں کو انگلیوں پر گنا جا سکتا تھا۔ تحریری آلات و وسائل کی بھی کمی تھی، لیکن اس کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن کو تحریری شکل میں وحی الٰہی کے مطابق مرتب اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محفوظ کرنے کا غیر معمولی اہتمام کیا۔ چناں چہ جب آپؐ کا انتقال ہوا اُس وقت پورا قرآن اسی ترتیب کے مطابق، جس ترتیب سے آج ہمارے درمیان ہے، تحریری شکل میں موجود تھا۔

گزشتہ مذہبی کتابوں کی تصدیق کرنے والا

قرآن مجید کا ایک وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ گزشتہ مذہبی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔ گزشتہ انبیاء کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو وحی کی گئی تھی اور جو تعلیم دی گئی تھی وہی قرآن میں بھی بیان کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی گئی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی گئی تھی۔ اب حضرت محمد ﷺ کو قرآن سے نوازا گیا ہے۔ سب کی بنیادی تعلیم ایک ہی ہے اور چوں کہ سب سے آخر میں قرآن نازل کیا گیا ہے اس لیے وہ سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتا اور ان کی حقیقی تعلیم کی تائید کرتا ہے۔ یہ وصف قرآن کی بہت سی آیتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ یہاں بہ طور مثال چند آیات پیش کی جاتی ہے:

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۛ (آل عمران: ۳-۴)

”(اے نبیؐ) اس نے تم پر یہ کتاب نازل کی، جو حق لے کر آئی ہے اور ان کتابوں کی تصدیق کر رہی ہے جو پہلے سے آئی ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے وہ انسانوں کی ہدایت کے لیے تورات اور انجیل نازل کر چکا ہے اور اس نے وہ کسوٹی اتاری ہے (جو حق و باطل کا فرق دکھانے والی ہے)“

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ (الانعام: ۹۲)

”یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، بڑی خیر و برکت والی ہے، اس چیز کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے آئی تھی۔“

وَ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿٣١﴾ (فاطر:۳۱)(۱)

”(اے نبیؐ) جو کتاب ہم نے تمھاری طرف وحی کے ذریعے سے بھیجی ہے وہی حق ہے، تصدیق کرتی ہوئی آئی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے آئی تھیں“

’مصدق‘ کے دو مفہوم ہیں اور دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ اس کا ایک مفہوم ہے ’تصدیق کرنے والا‘ اور دوسرا مفہوم ہے ’مصداق‘۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے دونوں پر روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:

”قرآن کے مُصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ہونے کے ایک مشہور معنیٰ تو یہ ہیں کہ یہ بنیادی طور پر پچھلے صحیفوں کی تمام تعلیمات کی تصدیق کرتا ہے۔ صرف ان باتوں کی تردید کرتا ہے جو ان میں ملاوٹ کرنے والوں کی طرف سے ملادی گئی ہیں۔ قرآن اور دوسرے آسمانی صحیفوں کی یہ ہم آہنگی و ہم رنگی اس بات کی صاف شہادت ہے کہ یہ سب ایک ہی آفتابِ حق کی شعاعیں اور ایک ہی منبعِ انوار کے پرتو ہیں۔ دوسرا مفہوم اس کا یہ ہے کہ قرآن اور اس کے حامل کی صفات پچھلے صحیفوں کی پیشین گوئیوں میں مذکور ہیں۔ یہ پیشین گوئیاں اب تک اپنے مصداق کی منتظر تھیں۔ قرآن کے نزول اور محمد ﷺ کی بعثت سے ان کی تصدیق ہوئی۔ یہ قرآن کے حق ہونے کی ایک بہت بڑی شہادت ہے اور ساتھ ہی اس سے ان صحیفوں کی بھی تصدیق ہو رہی ہے کہ ان میں جو پیشین گوئیاں وارد تھیں وہ سچی ثابت ہوئیں“(۲)

قدیم مفسرین میں امام رازیؒ نے آیت مذکور کے دونوں مفہوموں کی نشان دہی کی ہے۔ فرماتے ہیں:

وأما قوله (مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ) ففيه تفسيران:

أحدهما: أن في القرآن أن موسىٰ وعيسىٰ حق و ان

(۱) قرآن کی صفت ’مصدق‘ اور بھی متعدد آیتوں میں مذکور ہے، ملاحظہ کیجیے: البقرۃ:۴۱، ۸۹، ۹۱، المائدۃ:۴۸، الاحقاف:۱۲، ۳۰

(۲) تدبر قرآن، ۲/ ۱۸۔ مولانا صدرالدین اصلاحیؒ نے اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ ان کے نزدیک ان آیات میں ’مصداق‘ مفہوم ہی صحیح ہے۔ دوسرا مفہوم نہیں لیا جا سکتا۔ ملاحظہ کیجیے۔ تیسیر القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی میں بحث، قرآن کے مصدقِ تورات ہونے کا مطلب ص ۳۸۹-۳۹۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التوراة والانجيل حق، وأن التوراة أنزلت على موسىٰ والإنجيل على عيسىٰ عليهما السلام، فكان الإيمان بالقرآن مؤكداً للإيمان بالتوراة والإنجيل ، فكأنّه قبل لهم: إن كنتم تريدون المبالغة فى الإيمان بالتوراة والانجيل فآمنوا بالقرآن فان الإيمان به يؤكد الإيمان بالتوراة والانجيل۔

والثاني: انه حصلت البشارة بمحمد ﷺ و بالقرآن فى التوراة و الإنجيل فكان الإيمان بمحمد و بالقرآن تصديقاً للتوراة والإنجيل وتكذيب محمدلو القرآن تكذيباً للتوراة والإنجيل (۱)

''اس آیت میں ''مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ'' کے دو مفہوم ہیں:

اول: یہ کہ قرآن میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ پر اور انجیل حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی۔ اس طور پر قرآن پر ایمان تورات وانجیل پر ایمان کو مضبوط کرنے والا ہوگا۔ گویا ان سے کہا گیا: اگر تم توریت وانجیل پر پختہ ایمان رکھنا چاہتے ہو تو قرآن پر ایمان لاؤ، اس لیے کہ قرآن پر ایمان لانے سے توریت وانجیل پر ایمان پختہ ہوتا ہے۔

دوم: یہ کہ تورات وانجیل میں حضرت محمد ﷺ اور قرآن کی بشارت کی گئی ہے۔ اس طرح حضرت محمد ﷺ اور قرآن پر ایمان لانے سے تورات وانجیل کی تصدیق ہوگی اور حضرت محمد ﷺ اور قرآن کو جھٹلانے سے تورات وانجیل کی تکذیب ہوگی''(۱)

---

(۱) تفسیر کبیر، ۴۱/۳

(۲) امام رازی نے اگرچہ دونوں مفہوم بیان کردیے ہیں، لیکن موخر الذکر مفہوم کو ترجیح دی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ پہلے مفہوم کو اختیار کرنے کی صورت میں حضرت محمد ﷺ پر ایمان لازم نہیں ہوتا۔ اس سے صرف تورات وانجیل کے برحق ہونے کا علم ہوتا ہے۔ دوسرے مفہوم میں چوں کہ یہ بات شامل ہے کہ تورات وانجیل میں حضرت محمد ﷺ کی پیشین گوئی آئی ہے اس لیے ان پر ایمان کا تقاضا ہے کہ آپؐ کو پیغمبر تسلیم کیا جائے اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو یہود ونصاریٰ پر حجت قرار دیا ہے۔ اس لیے یہ مفہوم قابل ترجیح ہے۔ تفسیر کبیر، ۴۱/۳، مزید ملاحظہ کیجیے: ۱۷۴/۳، ۱۹۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کا یہ وصف بیان کرتے ہوئے اہل کتاب سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ جب قرآن تمھاری مذہبی کتابوں کی صحیح تعلیمات کی تصدیق کرتا ہے تو اس پر ایمان لاؤ، اس کا انکار نہ کرو اور ذاتی خواہشات واغراض کی تکمیل کے لیے اس سے روگردانی نہ کرو:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (النساء: ۴۷)

''اے وہ لوگو جنھیں کتاب دی گئی تھی، مان لو اس کتاب کو جو ہم نے اب نازل کی ہے اور جو اس کی تصدیق وتائید کرتی ہے جو تمھارے پاس پہلے سے موجود ہے۔''

دوسری جگہ مزید وضاحت سے کہا گیا ہے:

وَ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۠ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ (البقرۃ: ۴۱)

''اور میں نے جو کتاب بھیجی ہے اس پر ایمان لاؤ۔ یہ اس کتاب کی تائید میں ہے جو تمھارے پاس پہلے سے موجود تھی۔ لہٰذا سب سے پہلے تم ہی اس کے منکر نہ بن جاؤ۔ تھوڑی قیمت پر میری آیات کو نہ بیچ ڈالو اور میرے غضب سے بچو۔''

اصل تعلیمات کا محافظ اور تحریفات کا مصلح

قرآن کا ایک وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ دین کی اصل تعلیمات کا محافظ ہے اور پہلے کے لوگوں نے اس میں جو تحریفات کر دی ہیں ان کی اصلاح کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (المائدۃ: ۴۸)

''اور (اے نبیؐ) ہم نے تمھاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ و نگہبان ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں ایک لفظ 'مُهَيْمِنٌ' آیا ہے۔ اس کی اصل یا تو هَيْمَنَ يُهَيْمِنُ مُهَيْمِنٌ ہے یا آمَنَ يُؤَا مِنُ مُؤَا مِنٌ، جس میں تبدیلی ہو کر مهیمن ہو گیا ہے۔ دونوں صورتوں میں اس کے معنیٰ نگہبان، گواہ اور محافظ کے ہیں۔[۱]

علامہ ابن کثیرؒ نے اس کے معنیٰ کے سلسلے میں تمام اقوال نقل کرنے کے بعد ان پر یوں تبصرہ کیا ہے:

هذه الأقوال كلها متقاربة المعنى، فان اسم المهيمن يتضمّن هذا كله، فهوأمين وشاهد وحاكم على كل كتاب قبله، جعل الله هذا الكتاب العظيم الذى أنزله آخرالكتب وخاتمها وأشملها وأعظمها وأحكمها حيث جمع فيه محاسن ماقبله وزاده من الكمالات ماليس في غيره، فلهذا جعله شاهداً وأميناً وحاكماً عليها كلّها[۲]

''ان تمام الفاظ کے معانی قریب قریب یکساں ہیں۔ لفظ مُهیمن کا ان سب پر اطلاق ہوتا ہے۔ وہ پہلے کی ہر کتاب پر امین، گواہ اور حاکم ہے۔ اللہ نے اس کتابِ عظیم کو، جسے اس نے نازل کیا ہے، سب سے آخری کتاب بنایا ہے۔ اسی طرح اس نے اسے تمام کتابوں میں سب سے زیادہ جامع، عظیم اور محکم بنایا ہے اور بہت سے ایسے کمالات کا اضافہ کر دیا ہے جو دوسری کتابوں میں نہیں پائے جاتے۔ اسی لیے اسے تمام کتابوں پر گواہ، محافظ اور حاکم بنایا ہے۔''

اسی طرح مفسر ابن عطیہؒ نے بھی پہلے مفسرین سے منقول لفظ مهیمن کے تمام معانی ذکر کیے ہیں، پھر لکھا ہے:

''ولفظة المهيمن أخصّ من هذه الألفاظ، لأن المهيمن على الشئ هوالمعنى بأمره الشاهد على حقائقه

---

(۱) تفسیر کبیر، ۱۱/ ۱۰

(۲) تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۷۴۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحافظ لحامله ، فلا يدخل فيه ماليس منه، والقرآن جعله الله مهيمناً على الكتب يشهد بما فيها من الحقائق وعلى مانسبه المحرّفون اليها، فيصحّح الحقائق و يبطل التحريف"(۱)

''لفظ 'مہیمن' میں ان تمام الفاظ کے مقابلے میں زیادہ تخصیص پائی جاتی ہے۔ اس لیے کہ مہیمن کے معنیٰ ہیں کسی چیز پر توجہ دینے والا، اس کے حقائق کی گواہی دینے والا، اسے اٹھانے والے کی حفاظت کرنے والا، کہ باہر سے کوئی چیز اس میں داخل نہ ہو سکے۔ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے دوسری کتابوں پر مہیمن بنایا ہے۔ وہ گواہی دیتا ہے کہ ان میں کیا صحیح باتیں پائی جاتی ہیں اور تحریف کرنے والوں نے کیا باتیں ان میں شامل کردی ہیں۔ چنانچہ وہ صحیح باتوں کی تائید کرتا ہے اور تحریف کو غلط قرار دیتا ہے''

مولانا مودودیؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اصل میں لفظ مُهَيْمِن استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنیٰ محافظت، نگرانی، شہادت، امانت، تائید اور حمایت کے ہیں...پس قرآن کو الکتاب پر مہیمن کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ان تمام برحق تعلیمات کو جو پچھلی کتب آسمانی میں دی گئی تھیں، اپنے اندر لے کر محفوظ کر دیا ہے۔ وہ ان پر نگہبان ہے اس معنیٰ میں کہ اب ان کی تعلیماتِ برحق کا کوئی حصہ ضائع نہ ہونے پائے گا۔ وہ ان کا مؤید ہے اس معنیٰ میں کہ ان کتابوں کے اندر خدا کا کلام جس حد تک موجود ہے قرآن سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ وہ ان پر گواہ ہے اس معنیٰ میں کہ ان کتابوں کے اندر خدا کے کلام اور لوگوں کے کلام کی جو آمیزش ہوگئی ہے قرآن کی شہادت سے اس کو پھر چھانٹا جاسکتا ہے، جو کچھ ان میں قرآن کے مطابق ہے وہ خدا کا کلام ہے اور جو قرآن کے خلاف ہے وہ لوگوں کا کلام۔''(۲)

آیت زیر بحث کا ایک ٹکڑا 'مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ' ہے۔ اس میں لفظ الکتٰب بہ طور جنس آیا ہے۔ یعنی قرآن پچھلی تمام کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ مولانا مودودیؒ نے واحد لفظ لائے جانے کی معنویت پر یوں روشنی ڈالی ہے:

(۱) المحرر الوجیز، ۲/ ۱۹۹، بہ حوالہ البحر المحیط، ۳/ ۶۸۹

(۲) تفہیم القرآن، ۱/ ۴۷۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”یہاں ایک اہم حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اگر چہ اس مضمون کو یوں بھی ادا کیا جا سکتا تھا کہ 'پچھلی کتابوں' میں سے جو کچھ اپنی اصلی اور صحیح صورت پر باقی ہے، قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے 'پچھلی کتابوں' کے بہ جائے 'الکتاب' کا لفظ استعمال فرمایا۔ اس سے یہ راز منکشف ہوتا ہے کہ قرآن اور تمام وہ کتابیں جو مختلف زمانوں اور مختلف زبانوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں، سب کی سب فی الاصل ایک ہی کتاب ہیں، ایک ہی ان کا مصنف ہے، ایک ہی ان کا مدّعا اور مقصد ہے، ایک ہی ان کی تعلیم ہے اور ایک ہی علم ہے جو ان کے ذریعے سے نوع انسانی کو عطا کیا گیا۔ فرق اگر ہے تو عبارات کا ہے جو ایک ہی مقصد کے لیے مختلف مخاطبوں کے لحاظ سے مختلف طریقوں سے اختیار کی گئیں۔ پس حقیقت صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ یہ کتابیں ایک دوسرے کی مخالف نہیں، موید ہیں، تردید کرنے والی نہیں، تصدیق کرنے والی ہیں۔ بل کہ اصل حقیقت اس سے کچھ بڑھ کر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ سب ایک ہی الکتاب کے مختلف ایڈیشن ہے۔“(۱)

قرآن کریم نے جہاں یہ وضاحت کی کہ دین کی وہ حقیقی تعلیمات کیا ہیں جو گزشتہ کتابوں میں بھی پائی جاتی تھیں، وہیں بہت سی وہ باتیں بھی صراحت سے بیان کیں جنھیں اہلِ کتاب نے یا تو چھپا لیا تھا یا ان میں تحریفات کر دی تھیں:

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۥ (المائدہ:۱۵)

”اے اہل کتاب، ہمارا رسول تمھارے پاس آ گیا ہے، جو کتاب الٰہی کی بہت سی ان باتوں کو تمھارے سامنے کھول رہا ہے جن پر تم پردہ ڈالا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتا ہے۔“

قرآن وہ کسوٹی ہے جس کے ذریعہ بہ خوبی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اہل کتاب کے کون سے دعاوی و مزعومات باطل ہیں اور ان کی مذہبی کتابوں میں کیا تحریفات در آئی ہیں؟ بائبل کے جو بیانات قرآن سے ٹکراتے ہیں یقینی بات ہے کہ وہ تحریفات کا شکار ہوئے ہیں۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ میں جن باتوں میں اختلاف ہے ان میں صحیح بات وہ ہے جس کی تائید و تصدیق قرآن

(۱) تفہیم القرآن ۱/ ۴۷۶-۴۷۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے فراہم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۝ (النمل: ۷۶)

"یہ واقعہ ہے کہ یہ قرآن بنی اسرائیل کو اکثر ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہے جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔"

رسول کو مخاطب کر کے وہ فرماتا ہے:

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝ (النحل: ۶۴)

"ہم نے یہ کتاب تم پر اس لیے نازل کی ہے کہ تم ان اختلافات کی حقیقت ان پر کھول دو جن میں یہ پڑے ہوئے ہیں۔ یہ کتاب رہ نمائی اور رحمت بن کر اتری ہے ان لوگوں کے لیے جو اسے مان لیں۔"

'کلمہ سواء' کی دعوت

گزشتہ مذہبی کتابوں کی صحیح اور برحق تعلیمات کی تائید وتصدیق اور ان میں درآنے والی تحریفات وتلبیسات کی اصلاح وتصحیح کے ساتھ آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اہل کتاب کو متفق علیہ امور پر اتحاد واشتراک کی دعوت دیں ان کے سامنے ان بنیادی امور کی وضاحت کریں جو ان اہل کتاب اور نبی عربی پر ایمان لانے والوں کے درمیان مشترک ہیں:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔـا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ (آل عمران: ۶۴)

"اے نبی کہو: "اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ آیت عیسائیوں کے وفد نجران کی مدینہ آمد (۹ھ) کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔ اس لیے بعض مفسرین کے نزدیک اس میں 'اہل کتاب' سے نصاریٰ مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔ اس کی دلیل انھوں نے یہ دی ہے کہ اس آیت میں جن تین باتوں سے روکا گیا ہے ان کا ارتکاب نصاریٰ کرتے تھے۔ وہ مسیح کی بندگی کرتے تھے۔ اللہ کے ساتھ انھوں نے دوسروں کو شریک کر رکھا تھا اور باپ، بیٹا اور روح القدس پر مشتمل اقانیم ثلاثہ کا عقیدہ رکھتے تھے اور انھوں نے احبار و رہبان کو اپنا رب بنالیا تھا[1] لیکن دیگر مفسرین نے اس خطاب میں یہود اور نصاریٰ دونوں شامل کیا ہے۔ علامہ طبریؒ نے زور دے کر یہ بات کہی ہے۔ فرماتے ہیں:

وإنما قلنا عنى بقوله 'ياأهل الكتاب' أهل الكتابين، لأنهما جميعاً من أهل الكتاب، ولم يخصّص جل ثناؤه بقوله 'يا أهل الكتاب' بعضاً دون بعض، فليس بأن يكون موجّها ذلك الى أنه مقصودبه أهل التوراة، بأولى منه بأن يكون موجّها الى أنه مقصود به أهل الإنجيل، ولا أهل الإنجيل بأولى أن يكونوا مقصودين به دُون غير هم من أهل التوراة، وإذلم يكن أحد الفريقين بذلك بأولى من الآخر— لأنه لادلالة على أنه المخصوص بذلك من الآخر، ولاأثر صحيح— فالوا جب أن يكون كل كتابى معنيّاً به، لأن إفراد العبادة لله وحده وإخلاص التوحيدله واجب على كل مامور منهى من خلق الله، وإسم 'أهل الكتاب' يلزم أهل التوراة وأهل الإنجيل، فكان معلوماً بذلك أنه عنى به الفريقان جميعاً[2]

(۱) تفسیر کبیر، ۸/ ۸۰-۸۱

(۲) تفسیر طبری، ۶/ ۴۸۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم نے کہا ہے کہ اس آیت میں اہل الکتاب سے مراد یہود و نصاریٰ دونوں ہیں۔ اس لیے کہ دونوں کو کتاب الٰہی دی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے یہاں دونوں میں سے کسی کو خاص نہیں کیا ہے۔ اس لیے یہاں نہ اس بات کو ترجیح دی جاسکتی ہے کہ خطاب سے مقصود اہل تورات ہیں اور نہ یہ بات قابل ترجیح ہے کہ یہاں اہل انجیل کو مراد لیا گیا ہے، اس لیے کہ اس بات پر یہاں نہ کوئی دلیل ہے اور نہ یہ چیز کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اس لیے ضروری ہوا کہ یہاں خطاب ہر کتابی سے متعلق ہو۔ کیوں کہ صرف اللہ کی عبادت کا حکم اور اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کی ممانعت اللہ کی مخلوق میں سے ہر ایک سے متعلق ہے اور 'اہل کتاب' کا اطلاق اہل توراۃ اور اہل انجیل دونوں پر ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں دونوں فریق (یہود اور نصاریٰ) مراد ہیں۔''

اس آیت میں اہل کتاب کو مخاطب کرکے انھیں 'کلمۂ سواء' کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ اس سے مراد ہے وہ بات جو عدل و انصاف پر مبنی ہے، سیدھی سچی ہے، اور سب کے درمیان مشترک ہے:

مستوية بيننا وبينكم لا يختلف فيها القرآن والتوراة والانجيل (۱)

''وہ یکساں ہے ہمارے اور تمھارے درمیا، اس میں قرآن، توراۃ اور انجیل کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

وهو الكلمة العادلة المستقيمة التي ليس فيها ميل عن الحق (۲)

''اس سے مراد وہ بات ہے جو عدل پر مبنی اور سیدھی ہے، جس میں حق سے ذرا بھی انحراف نہیں ہے۔''

'کلمۂ سواء' سے مراد توحید ہے جو حقیقت میں تمام انبیاء کی بنیادی دعوت ہے۔ اسی کی

---

(۱) الکشاف، ۱/ ۴۳۵

(۲) تفسیر قرطبی، ۴/ ۱۰۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام (جن پر یہود ایمان رکھتے ہیں) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام (جن پر نصاریٰ کا ایمان ہے) نے بھی دعوت دی تھی اور اسی کی طرف آخری نبی حضرت محمد ﷺ بھی دعوت دے رہے ہیں۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

هذا الخطاب يعمّ أهل الكتاب من اليهود والنصارىٰ و من جرى مجراهم ... (اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئاً) لا وثناً، ولا صَنَمًا، ولا صليباً، ولا طاغوتاً، ولاناراً، ولا شيئاً، بل نُفْرِد العبادة اللّٰه وحده لاشريك له۔ وهذه دعوة جميع الرسل (۱)

''یہ خطاب عام ہے ان تمام لوگوں کے لیے جنھیں کتاب الٰہی دی گئی، مثلاً یہود، نصاریٰ اور ان جیسے دوسرے لوگ...انھیں خطاب کر کے کہا گیا کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، نہ مٹی پتھر کے بت کو، نہ صلیب کو، نہ طاغوت کو، نہ آگ کو، نہ کسی اور چیز کو، بل کہ ہم صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں۔ یہی تمام رسولوں کی دعوت تھی۔''

مسلمانوں کو بھی تلقین کی گئی کہ اہل کتاب سے مباحثہ و مذاکرہ کرتے وقت عمدہ طریقہ اختیار کریں، ان کے سامنے مشترکہ تعلیمات کو نمایاں کریں اور دین کی ان قدروں کو پیش کریں جن کا حکم اہل کتاب کو بھی دیا گیا تھا اور مسلمانوں کو بھی ان کی تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ (العنکبوت:۴۶)

''اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقہ سے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہوں۔ اور ان سے کہو کہ ہم ایمان لائے اس چیز پر جو ہماری طرف بھیجی گئی

(۱) تفسیر ابن کثیر، ۱/ ۳۱۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اس چیز پر بھی جو تمھاری طرف بھیجی گئی تھی، ہمارا خدا اور تمھارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اسی کے مسلم (فرماں بردار) ہیں۔''

یہود و نصاریٰ کو 'اہل کتاب' کے الفاظ سے خطاب کرنے میں ان کی عزت افزائی اور تکریم پائی جاتی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن نے انھیں مخاطب کرنے میں کتنی شائستگی اور شرافت کا لحاظ رکھا ہے۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے:

(يَا أَهْلَ الْكِتَابِ) و هذا الإسم من أحسن الأسماء وأكمل الألقاب حيث جعلهم أهلا لكتاب اللّٰه، و نظيره مايقال لحافظ القرآن 'يا حامل كتاب اللّٰه، وللمفسّر يا مفسّر كلام اللّٰه، وهذا اللقب يدلّ على أن قائله أراد المبالغة فى تعظيم المخاطب و فى تطييب قلبه، و ذلک انّما يقال عند عدول الانسان مع خصمه عن طريق اللجاج و النزاع الى طريقة طلب الانصاف[1]

''یہود و نصاریٰ کو 'اہل کتاب' نام دینا بہت اچھا ہے اور ان کے لیے یہ بہت موزوں لقب ہے۔ یہ لقب دے کر قرآن نے انھیں کتاب الٰہی کا حاملِ قرار دیا ہے۔ جیسے کوئی کسی حافظ قرآن سے کہے 'اے کتاب اللہ کے حامل' یا کسی مفسر سے کہے: اے کتاب اللہ کے مفسر۔ یہ لقب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسے کہنے والے نے مخاطب کی تعظیم اور اس کی طیب خاطر میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔ ایسا اس وقت کہا جاتا ہے جب انسان اپنے فریق مخالف کے معاملے میں جھگڑا اور نزاع کے راستے کو چھوڑ کر حصول انصاف کا راستہ اپناتا ہے۔''

اپنے مذہب کی حقیقی تعلیمات پر عمل کرو

اہلِ کتاب سے کہا گیا کہ تم لوگ اپنی مذہبی کتابوں کی حقیقی تعلیمات پر عمل کرو اور ان کو اپنے سماج میں نافذ کرو، تبھی تم راہِ حق پر قائم رہ سکتے ہو۔ اس صورت میں تمھیں ان تعلیمات اور

(۱) تفسیر کبیر، ۸/ ۸۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی تعلیم میں کوئی فرق نظر نہ آئے گا، بل کہ قرآن اُن تعلیمات کی تائید و تصدیق کرتا ہوا دکھائی دے گا:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ (المائدۃ:۶۸)

”کہہ دو کہ اے اہلِ کتاب، تم ہرگز کسی اصل پر نہیں ہو جب تک کہ توراۃ اور انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم نہ کرو جو تمھاری طرف تمھارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہیں۔“

مولانا مودودیؒ نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

”توراۃ اور انجیل کو قائم کرنے سے مراد راست بازی کے ساتھ ان کی پیروی کرنا اور انھیں اپنا دستورِ زندگی بنانا ہے۔ اس موقع پر یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ بائبل کے مجموعۂ کتبِ مقدسہ میں ایک قسم کی عبارات تو وہ ہیں جو یہودی اور عیسائی مصنفین نے بہ طورِ خود لکھی ہیں اور دوسری قسم کی عبارات وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ارشادات یا حضرت موسیٰ، عیسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کے اقوال ہونے کی حیثیت سے منقول ہیں اور جن میں اس بات کی تصریح ہے کہ اللہ نے ایسا فرمایا یا فلاں نبی نے ایسا کہا۔ ان میں سے پہلی قسم کی عبارات کو الگ کر کے اگر کوئی شخص صرف دوسری قسم کی عبارات کا تتبع کرے تو بہ آسانی یہ دیکھ سکتا ہے کہ ان کی تعلیم اور قرآن کی تعلیم میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہے۔ اگرچہ مترجموں اور ناسخوں اور شارحوں کی دراندازی سے اور بعض جگہ زبانی راویوں کی غلطی سے یہ دوسری قسم کی عبارات بھی پوری طرح محفوظ نہیں رہی ہیں، لیکن اس کے باوجود کوئی شخص یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان میں بعینہٖ اسی خالص توحید کی دعوت دی گئی ہے جس کی طرف قرآن بلا رہا ہے، وہی عقائد پیش کیے گئے ہیں جو قرآن پیش کرتا ہے اور اسی طریقِ زندگی کی طرف رہ نمائی کی گئی ہے جس کی ہدایت قرآن دیتا ہے۔“(۱)

آیتِ مذکورہ بالا سے پہلے قرآن نے اہلِ کتاب ہی کے سیاق میں کہا تھا کہ تعلیماتِ الٰہی پر عمل کرنے اور احکامِ الٰہی کو نافذ کرنے کا فائدہ آخرت ہی میں نہیں ظاہر ہوگا، بل کہ اس سے

(۱) تفہیم القرآن، ۱/ ۴۸۸۔ اس نکتہ کی وضاحت مولانا مودودیؒ نے دوسرے مقام پر مزید تفصیل سے کی ہے۔ ملاحظہ کیجیے تفہیم القرآن، ۱/ ۲۳۱-۲۳۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیاوی برکتیں بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ اگر یہود و نصاریٰ نے ایسا کیا ہوتا تو اپنی کھلی آنکھوں سے اس کے ثمرات کا مشاہدہ کرتے، لیکن ان کی اکثریت بدعملی کا شکار رہی، اس لیے ان برکات و ثمرات سے محروم رہی:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۟ (المائدۃ:٦٦)

”کاش انھوں نے توراۃ اور انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی تھیں۔ ایسا کرتے تو ان کے لیے اوپر سے رزق برستا اور نیچے سے ابلتا۔ اگرچہ ان میں کچھ لوگ راست رو بھی ہیں، لیکن ان کی اکثریت سخت بدعمل ہے۔“

یہود کس طرح کتاب اللہ میں تحریف سے کام لیتے تھے، یا اس میں حکم الٰہی موجود ہوتے ہوتے ہوئے اسے چھپاتے اور اس پر عمل کرنے سے کتراتے تھے، اس کا بہ خوبی اندازہ عہد نبوی میں پیش آنے والے ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

مدینہ میں یہود میں سے ایک مرد اور عورت نے زنا کیا۔ شریعتِ یہود میں اس کی سزا رجم تھی، یعنی دونوں کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ یہود اس معاملے میں اس سزا کو نافذ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے باہم مشورہ کر کے طے کیا کہ حضرت محمد ﷺ سے فیصلہ کروایا جائے۔ اگر آپ کوڑے مارے جانے کی یا اور کوئی ہلکی سزا دیں تو اسے قبول کر لیا جائے، لیکن اگر آپ بھی رجم ہی کی سزا دیں تو اسے قبول نہ کیا جائے۔ وہ آپ کے پاس آئے تو آپؐ نے دریافت کیا: تمھاری کتاب توراۃ میں اس کی کیا سزا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: کوڑے مارنا، منہ کالا کرنا اور گدھے پر دونوں کو مخالف سمتوں میں بٹھا کر گھمانا۔ تب آپؐ نے فرمایا: میں تمھیں اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے بنی اسرائیل کے لیے دریا کو دو ٹکڑے کر دیا، تمھیں آل فرعون کے مظالم سے نجات دی، بیابان میں تمھارے اوپر سایہ کیا، تمھیں من و سلویٰ سے نوازا، کیا واقعی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توراۃ میں زنا کی یہی سزا بیان ہوئی ہے؟ یہ سن کر ان میں سے ایک عالم بول پڑا: اگر آپ اتنی بھاری قسم نہ دیتے تو میں نہ بتاتا۔ تورات میں زنا کی سزا رجم ہی ہے۔ لیکن جب ہمارے درمیان زنا کی کثرت ہوگئی تو حکام نے یہ کیا کہ معزز لوگ اس جرم کا ارتکاب کرتے تو انھیں چھوڑ دیا جاتا اور کم حیثیت کے لوگوں سے یہی حرکت سرزد ہوتی تو انھیں سنگ سار کردیا جاتا۔ جب اس رویہ سے عوام میں ناراضی پھیلنے لگی تو ہم نے توراۃ کے حکم کو بدل ڈالا اور یکسانیت پیدا کرنے کے لیے یہ قانون بنا ڈالا کہ زنا کرنے والوں کو کوڑے مارے جائیں اور ان کا منہ کالا کرکے اور گدھے پر مخالف سمتوں میں بٹھا کر گھمایا جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے تورات منگوائی اور اس جگہ پڑھنے کا حکم دیا جہاں زنا کا حکم موجود تھا۔ ایک نوجوان نے پڑھنا شروع کیا۔ جب آیتِ رجم آئی تو اس جگہ اس نے ہاتھ رکھ لیا۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد کی عبارتوں کو پڑھا، لیکن اسے نہیں پڑھا۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ، جو یہود کے بڑے علماء میں سے تھے اور اسلام قبول کرچکے تھے، اس وقت آپؐ کے ساتھ تھے، انھوں نے ٹوکا اور اس نوجوان کا ہاتھ اٹھوایا تو اس جگہ آیت رجم موجود تھی۔[1]

اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾

(المائدۃ: ۴۳)

"اور یہ تمھیں کیسے حکم بناتے ہیں، جب کہ ان کے پاس توراۃ موجود ہے جس میں اللہ کا حکم لکھا ہوا ہے اور پھر یہ اس سے منہ موڑ رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔"

اگلی آیت میں بتایا گیا کہ تورات میں ہدایت اور روشنی تھی۔ بنی اسرائیل کے انبیاء، علماء اور فقہاء اسی سے فیض حاصل کرتے تھے اور اسی کے مطابق یہود کے معاملات کے فیصلے کیا کرتے تھے۔ اس پر ایمان کا دعویٰ کرنا، لیکن اپنے معاملات میں اس کو حکم نہ بنانا کافرانہ رویہ ہے:

---

(۱) تفسیر ابن کثیر، ۱/۷۳۱-۷۳۲۔ یہ واقعہ کتب حدیث میں بھی مروی ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے تمام روایات جمع کردی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾
(المائدۃ: ۴۴)

''جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔''

یہی بات قرآن نے نصاریٰ کے سلسلے میں بھی کہی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ان کے پاس انجیل کی شکل میں جو کتاب بھیجی تھی اس میں ہدایت، روشنی اور نصیحت کا وافر سامان موجود تھا۔ اس لیے انھیں اس کو اپنا ہادی و رہ نما بنانا اور اپنے معاملات میں اس کا قانون نافذ کرنا چاہیے تھا:

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ (المائدۃ: ۴۷)

''اہل انجیل کو چاہیے کہ اس قانون کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔''

اسلام تمام انبیاء کا دین ہے

یہ غلط فہمی عام ہے کہ اسلام سے مراد وہ مذہب ہے جسے لے کر حضرت محمد ﷺ تشریف لائے تھے۔ اسی بنا پر آپ کو 'بانیٔ اسلام' کہہ دیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ لفظ 'اسلام' ایک خاص وصف کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے لغوی معنیٰ ہیں کسی کی فرماں برداری اختیار کرنا، اس کے آگے جھکنا اور اس کا حکم ماننا۔ علامہ طبری فرماتے ہیں:

أصل الإسلام الاستسلام، لأنه من استسلمت لأمره وهو الخضوع الأمره، وإنّما سمّی المسلم مسلماً بخضوع جوارحه لطاعة ربّه[1]

''اسلام کی اصل استسلام یعنی خود سپردگی ہے۔ کہا جاتا ہے: استسلمت لأمره یعنی میں

(۱) تفسیر طبری، ۲/ ۵۱۰۔ یہ تشریح علامہ طبری نے اپنی تفسیر کے متعدد مقامات پر کی ہے۔ ملاحظہ کیجیے: ۳/ ۴۷، ۶/ ۲۷۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس کا حکم مانا۔ مسلم کو مسلم اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے اعضاء و جوارح کو اپنے رب کی اطاعت و فرماں برداری میں لگا دیتا ہے۔"

اسی وصف کو بنیاد بنا کر اسلام کو اللہ کا پسندیدہ دین کہا گیا ہے:

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (آل عمران:۱۹)

"اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔"

اور اعلان کر دیا گیا ہے کہ جو بھی اس سے روگردانی کر کے دوسرا طریقہ زندگی اختیار کرے گا اس کا طریقہ بارگاہِ الٰہی میں قابل قبول نہ ہوگا:

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٨٥﴾ (آل عمران:۸۵)

"اس فرماں برداری (اسلام) کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا۔"

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں:

تأويل قوله (إِنَّ الدِّيْنَ عِندَ اللّٰهِ الإِسْلٰمُ) ان الطاعة التى هى الطاعة عنده الطاعة له وإقرار الألسن والقلوب له بالعبودية والذلّة، وانقيادها له بالطاعة فيما أمر ونهى، وتذلّلها له بذلك من غير استكبار عليه ولا انحراف عنه، دون إشراك غيره من خلقه معه فى العبودية والألوهة (۱)

"ارشاد باری إِنَّ الدِّيْنَ عِندَ اللّٰهِ الإِسْلَامُ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اطاعت جو بارگاہِ الٰہی میں معتبر ہے، یہ ہے کہ صرف اسی کی اطاعت کی جائے، اسی کی بندگی اور تابع داری کا زبان سے اقرار اور دل میں اعتراف کیا جائے، اس کے اوامر و نواہی پر عمل کرنے کے لیے سر تسلیم خم کر دیا جائے اور اس کے لیے فروتنی اختیار کی جائے، نہ

(۱) تفسیر طبری، ۶/ ۲۷۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرتابی کی جائے نہ انحراف کیا جائے نہ اس کی مخلوق میں سے کسی کو عبودیت والوہیت میں اس کے ساتھ شریک کیا جائے۔"

اورعلامہ ابن کثیرؒ نے ان آیات کی یہ تشریح کی ہے:

(إِنَّ الدِّيْنَ عِندَ اللّٰهِ الإِسْلٰمُ) إخبارمنه تعالىٰ بأنه لادين عنده يقبله من أحد سوى الإسلام، وهواتباع الرسل فيما بعثهم الله به في كل حين حتى ختموا بمحمد ﷺ الذى سدّ جميع الطرق اليه الامن جهة محمد ﷺ، فمن لقى الله بعد بعثة محمد ﷺ بدين على غير شريعته فليس بمتقبّل كما قال تعالىٰ (وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (آل عمران:۸۵) وقال في هذه الآية مخبراً بانحصار الدين المتقبّل عنده في الاسلام۔ (۱)

"آیت اِنَّ الدِّيْنَ عِندَ اللّٰهِ الإِسْلٰمُ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس کے نزدیک اسلام کے علاوہ اور کوئی دین قابل قبول نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہر زمانے میں پیغمبروں کے ذریعہ جو کچھ بھیجا ہے اس کی پیروی کی جائے۔ یہاں تک کہ سب کے آخر میں حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔ اب اللہ تک پہنچنے والے تمام راستے بند کردیے گئے، صرف حضرت محمد ﷺ والا راستہ کھلا رکھا گیا۔ چناں چہ آپؐ کی بعثت کی بعد اگر کوئی شخص کسی ایسے طریقۂ زندگی کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوگا جو آپؐ کی شریعت پر نہ ہوتو وہ قابل قبول نہ ہوگا، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ کا ارشاد ہے:"جو شخص اسلام کے علاوہ اور کوئی طریقۂ زندگی چاہے گا اس کا طریقہ قبول نہ کیا جائے گا" اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قابل قبول دین صرف اسلام ہے"

اسلام کے بارے میں جس غلط فہمی کا اوپر تذکرہ کیا گیا وہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے وقت یہود ونصاریٰ کو بھی تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ آپؐ ایک نیا مذہب لے کر آئے ہیں جو ان کے

(۱) تفسیر ابن کثیر ا/۳۵۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذاہب سے مختلف ہے۔ اسی لیے ان کے دلوں میں اپنے مذاہب کے معاملے میں عصبیت پیدا ہوگئی اور وہ انہی کو اخروی کامیابی کا مدار قرار دینے لگے۔ ان سے کہا گیا کہ اسلام کوئی نیا مذہب نہیں ہے، بلکہ یہ حقیقت میں خود کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دینے کا نام ہے۔ جو بھی ایسا کرے وہی اسلام کا پیرو ہے:

وَ قَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِیُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۗ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ (البقرۃ:۱۱۱-۱۱۲)

''ان کا کہنا ہے کہ کوئی شخص جنت میں نہ جائے گا جب تک کہ وہ یہودی نہ ہو یا (عیسائیوں کے خیال کے مطابق) عیسائی نہ ہو۔ یہ ان کی تمنائیں ہیں۔ ان سے کہو اپنی دلیل پیش کرو۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو (دراصل نہ تمھاری کچھ خصوصیت ہے نہ کسی اور کی) حق یہ ہے کہ جو بھی اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور عملاً نیک روش پر چلے اس کے لیے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے کسی خوف یا رنج کا کوئی موقع نہیں۔''

اسلام کی دعوت کے جواب میں یہود و نصاریٰ کٹ حجتی اختیار کرنے لگے۔ چناں چہ جب ان کے سامنے یہ اظہار کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اسلام ہے تو اس پر بحث کرنے اور دلیلیں طلب کرنے لگے۔ اس کے جواب میں ان سے کہا گیا کہ اسلام کی اصل یہ ہے کہ آدمی اللہ کے آگے سر جھکا دے اور اس کے حکموں کو بے چوں و چرا تسلیم کرلے۔ اگر تم ایسا کرتے ہو تو تم بھی مسلمان ہو:

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَ مَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ (آل عمران:۲۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اب اگر (اے نبیؐ) یہ لوگ تم سے جھگڑا کریں تو ان سے کہو: ''میں نے اور میرے پیرووں نے تو اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کردیا ہے'' پھر اہلِ کتاب اور غیر اہلِ کتاب دونوں سے پوچھو: کیا تم نے بھی اس کی اطاعت و بندگی قبول کی؟ اگر کی تو وہ راہِ راست پا گئے، اور اگر اس سے منہ موڑا تو تم پر صرف پیغام پہنچا دینے کی ذمہ داری تھی۔ آگے اللہ خود اپنے بندوں کے معاملات دیکھنے والا ہے۔''

علامہ زمخشریؒ نے آیت کے ٹکڑے اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ کی یہ تشریح کی ہے:

" أي أخلصت نفسي وجملتي لله وحده لم أجعل له شريكاً بأن أعبده وأدعو إلهاً معه، يعني إن ديني دين التوحيد وهوالدين القيّم الذي ثبتت عندكم صحته كماثبتت عندي، وما جئت بشيءٍ بديع حتى تجادلوني فيه "(۱)

''یعنی میں نے اپنا نفس اور اپنا سب کچھ صرف اللہ کے لیے خالص کردیا ہے۔ میں نے پرستش میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا ہے اور اس کے ساتھ کسی کو معبود نہیں بنایا ہے۔ یعنی میرا دین توحید کا دین ہے۔ یہی سیدھا دین ہے، جس کی صحت تمھارے نزدیک بھی ثابت ہے اور میرے نزدیک بھی۔ میں کوئی نئی چیز لے کر نہیں آیا ہوں کہ تم اس کے معاملے میں مجھ سے جھگڑا کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنے پیغمبر بھیجے وہ سب خود بھی اسی 'اسلام' کے پیرو تھے، اور انھوں نے اپنی قوموں کو بھی اسی اسلام کی دعوت دی ہے۔ بعد میں ان کے ماننے والوں نے اس میں بہت سی تحریفات کر ڈالیں اور وہ مذاہب ایجاد کر لیے جو آج دنیا میں مختلف ناموں سے پائے جاتے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تمام پیغمبروں کا دین ایک تھا اور وہ سب اسلام کے علم بردار تھے۔

قرآن نے اس حقیقت کو بہت واضح انداز میں پیش کیا ہے۔ اس نے نام بہ نام مختلف پیغمبروں کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے 'مسلم' ہونے کی صراحت کی ہے۔ اس تعلق سے ذیل میں ایک خاص نہج سے آیاتِ قرآنی کا مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

---

(۱) الکشاف، ۱/ ۱۹م

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت نوح علیہ السلام اولوالعزم اور اصحاب شریعت پیغمبروں میں سے ہیں۔ اپنی قوم کے سامنے دعوتِ توحید پیش کرتے ہوئے اور انکار کے برے نتائج سے ڈراتے ہوئے انھوں نے فرمایا:

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۷۲ (یونس:۷۲)

”تم نے میری نصیحت سے منہ موڑا (تو میرا کیا نقصان کیا) میں تم سے کسی اجر کا طلب گار نہ تھا، میرا اجر تو اللہ کے ذمے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ (خواہ کوئی مانے یا نہ مانے) میں خود مسلم بن کر رہوں۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام کے بعد دوسرے بڑے پیغمبر تھے۔ انھیں ابوالانبیاء کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ان کے لیے بار بار صفت اسلام کا استعمال کیا گیا ہے۔ ان کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری اور اس کے سامنے خود سپردگی سے عبارت تھی۔ اسی چیز کو لفظ 'اسلام' سے تعبیر کیا گیا ہے:

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۳۱

(البقرۃ:۱۳۰)

”اس کا حال یہ تھا کہ جب اس کے رب نے اس سے کہا: مسلم ہو جا تو اس نے فوراً کہا: میں مالکِ کائنات کا 'مسلم' ہو گیا۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت الٰہی اور حکم الٰہی کے سامنے خود سپردگی کا نقطۂ عروج واقعۂ ذبح ہے۔ جب اللہ کی جانب سے بیٹے کو ذبح کر دینے کا اشارہ پایا تو فوراً اس پر عمل کے لیے تیار ہو گئے اور بیٹے سے اس کا تذکرہ کیا تو اس نے بھی حکم الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ دونوں کی اس کیفیت کو قرآن نے 'اسلام' سے تعبیر کیا ہے:

فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝۱۰۳ۚ وَ نَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۝۱۰۴ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۰۵

(الصّٰفّٰت:۱۰۳-۱۰۵)

”آخر کو جب ان دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرا دیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہم نے ندا دی کہ "اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا، ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔"

خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیمؑ اور ان کے فرزند حضرت اسماعیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے جو دعا کی تھی اس میں بھی ان کے 'مسلم' ہونے کی تمنا کا اظہار ملتا ہے:

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ

(البقرۃ:۱۲۸)

"اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا مسلم (مطیع فرمان) بنا، ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری مسلم ہو۔"

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے علامہ طبریؒ نے لکھا ہے:

یعنیان بذلک واجعلنا مستسلمین لأمرک خاضعین لطاعتک لانشرک معک فی الطاعة أحداً سواک ولافی العبادة غیرک۔(۱)

"اس سے وہ دونوں یہ کہنا چاہتے تھے کہ اے ہمارے رب، ہمیں ایسا بنا دے کہ ہم تیرے حکم پر چلیں، تیری اطاعت کے لیے سرتسلیم خم کر دیں، اطاعت کے معاملے میں تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ تیرے علاوہ کسی کی عبادت کریں۔"

اسی معنیٰ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو 'مسلم' کہا گیا ہے:

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۞ (آل عمران:۶۷)

"ابراہیم نہ یہودی تھا نہ عیسائی، بلکہ وہ تو ایک مسلم یکسو تھا اور وہ ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھا۔"

اسلام ہی پر جینے مرنے کی تاکید حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اور ان کے پوتے یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو کی تھی:

(۱) طبری، ۳/ ۷۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ﴿۱۳۲﴾

(البقرہ:۱۳۲)

''اسی طریقے پر چلنے کی ہدایت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو کی تھی اور اسی کی وصیت یعقوبؑ اپنی اولاد کو کر گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ ''میرے بچو، اللہ نے تمھارے لیے یہی دین پسند کیا ہے۔ لہٰذا مرتے دم تک مسلم ہی رہنا۔

اس تعلق سے قرآن نے ایک خاص واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنے بیٹوں کو بلا کر دریافت کیا کہ میرے بعد تم کس راہ پر چلو گے؟ تو انھوں نے توحید پر قائم رہنے اور 'مسلم' رہنے کا وعدہ کیا تھا:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ (البقرۃ:۱۳۳)

''پھر کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب اس دنیا سے رخصت ہو رہا تھا، اس نے مرتے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا: ''بچو میرے بعد تم کس کی بندگی کرو گے؟ ان سب نے جواب دیا: ہم اسی ایک خدا کی بندگی کریں گے جسے آپ نے اور آپ کے بزرگوں ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق نے خدا مانا ہے اور ہم اسی کے مسلم ہیں۔''

سلسلۂ ابراہیمی کے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دستِ دعا دراز کرتے ہیں تو اسلام پر اپنے خاتمہ کی تمنا ظاہر کرتے ہیں:

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ (یوسف:۱۰۱)

''زمین و آسمان کے بنانے والے، تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا سرپرست ہے۔ میرا خاتمہ اسلام پر کر اور انجام کار مجھے صالحین کے ساتھ ملا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے نجات دہندہ کی حیثیت سے مبعوث کیے گئے تھے۔ انھوں نے اپنی قوم کو ان کے ایمان واسلام کا حوالہ دیتے ہوئے اللہ ہی پر بھروسہ کرنے کی تاکید کی:

وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ (یونس: ۸۴)

''موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ لوگو، اگر تم واقعی اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر بھروسہ کرو اگر مسلمان ہو''

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے جادوگروں کو جب فرعون نے ڈرایا دھمکایا اور عبرت ناک سزا دینے کا اعلان کیا، تو ان لوگوں نے صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا اور اسلام پر اپنے خاتمہ کی دعا کی:

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ (الاعراف: ۱۲۶)

''اے ہمارے رب، ہم پر صبر کا فیضان کر اور ہمیں دنیا سے اٹھا تو اس حال میں کہ ہم تیرے فرماں بردار ہوں۔''

ایک جگہ بنی اسرائیل میں بھیجے جانے والے پیغمبروں کا تذکرہ ہے کہ وہ تورات کی روشنی میں یہود کے معاملات کے فیصلے کیا کرتے تھے۔ اس موقع پر ان کے لیے بھی صفت 'اسلام' کا استعمال کیا گیا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ (المائدۃ: ۴۴)

''ہم نے توراۃ نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔ سارے نبی، جو مسلم تھے، اسی کے مطابق ان یہودیوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے اور اسی طرح ربانی اور احبار بھی (اس پر فیصلہ کا مدار رکھتے تھے) کیوں کہ انھیں کتاب اللہ کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو 'حواری' کہا جاتا ہے۔ وہ ان پر ایمان لائے اور دشوار گزار حالات میں ان کا ساتھ دیا۔ ان کے بارے میں قرآن صراحت کرتا ہے کہ جب ان سے ایمان لانے کا مطالبہ کیا گیا تو انھوں نے اس پر لبیک کہا اور اپنے 'مسلم' ہونے کی گواہی دی:

وَ اِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ (المائدۃ:۱۱۱)(۱)

''اور جب میں نے حواریوں کو اشارہ کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو انھوں نے کہا ''ہم ایمان لائے اور گواہ رہو کہ ہم مسلم ہیں۔''

آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو تو احیائے اسلام کا مشن دے کر بھیجا گیا تھا۔ آپ نے، اس اصل دین میں لوگوں نے جو تحریفات کر دی تھیں ان کی اصلاح کی اور شرک کی آمیزش سے اسے پاک کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ ؐ نے اپنے 'مسلم' ہونے کا اعلان کیا:

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ﴿۱۱﴾ وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲﴾ (الزمر:۱۱-۱۲)

''(اے نبیؐ) ان سے کہو، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ دین کو اللہ کے لیے خاص کر کے اس کی بندگی کروں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں خود مسلم بنوں۔''

اسی طرح آپ ؐ نے اہل ایمان سے بھی بار بار تاکید کی کہ صرف اللہ واحد پر ایمان لائیں، اسی کے سامنے اپنی جبینِ نیاز خم کریں، اس کی نافرمانی سے بچیں اور زندگی کے آخری لمحے تک مسلم بن کر رہیں۔ اس مضمون کی چند آیات ملاحظہ ہوں:

فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ؕ (الحج:۳۴)

''پس تمھارا خدا ایک ہی خدا ہے اور اسی کے تم مطیع فرمان بنو۔''

قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ (الانبیاء:۱۰۸)

---

(۱) مزید ملاحظہ کیجیے آل عمران:۵۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ان سے کہو'' میرے پاس جو وحی آتی ہے وہ یہ ہے کہ تمھارا خدا صرف ایک خدا ہے۔ پھر کیا تم سر اطاعت جھکاتے ہو۔''

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ (آل عمران:۱۰۲)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال کہ تم مسلم ہو۔''

یہود و نصاریٰ کو جب اللہ کے حقیقی دین 'اسلام' کی طرف دعوت دی جاتی تھی تو وہ طرح طرح کی الزام تراشیاں کرتے تھے، حیلے بہانے ڈھونڈتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف غلط باتیں منسوب کرتے تھے، لیکن ان کے دل اسلام کی طرف ذرا مائل نہ ہوتے تھے۔ قرآن کہتا ہے کہ اُن کا یہ رویہ بڑا ظالمانہ ہے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (الصف:۷)

''اب بھلا اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹے بہتان باندھے، حالاں کہ اسے اسلام (اللہ کے آگے سرِ اطاعت جھکا دینے) کی دعوت دی جا رہی ہو؟ ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

جملہ پیغمبروں اور کتابوں پر ایمان مطلوب ہے

جب اللہ کے تمام پیغمبر ایک ہی دین لے کر آئے اور جب ان پر نازل ہونے والی کتابوں میں ایک ہی بنیادی تعلیم دی گئی تھی تو اس کا لازمی تقاضا ہے کہ تمام پیغمبروں اور تمام الٰہی کتابوں پر ایمان لایا جائے اور اس معاملے میں کسی قسم کی تفریق روا نہ رکھی جائے۔

یہود و نصاریٰ اپنے اپنے مذہب کے برحق ہونے کے دعوے دار تھے اور ہدایت کو اپنے اندر محصور سمجھتے تھے، لیکن یہود حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ دونوں کی اور نصاریٰ صرف حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے منکر تھے۔ ان کی سرزنش کی گئی کہ جب تمام انبیاء کی تعلیم ایک ہی تھی تو کسی پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایمان لانے اور کسی کا انکار کرنے کے کیا معنیٰ؟ ان کے مقابلے میں اہل ایمان کا یہ امتیاز قرار دیا گیا کہ وہ تمام پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے:

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ (البقرۃ ۲:۱۳۶)(۱)

''(مسلمانو) کہو کہ ''ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور جو ابراہیمؑ، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولادِ یعقوب کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھی۔ ہم ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے مسلم ہیں۔''

اہل کتاب سے کہا گیا کہ اگر مسلمان قرآن کے ساتھ تمھاری طرف بھیجی گئی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور انھیں اللہ کی کتاب سمجھتے ہیں تو اس سے تو تمھیں خوش ہونا چاہیے، نہ کہ اس پر چیں بہ جبیں ہونا اور ناراضی کا اظہار کرنا چاہیے:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ (المائدۃ:۵۹)

''ان سے کہو'' اے اہل کتاب، تم جس بات پر ہم سے بگڑے ہو وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ ہم اللہ پر اور دین کی اس تعلیم پر ایمان لے آئے ہیں جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور ہم سے پہلے بھی نازل ہوئی تھی۔''

اہل ایمان سے صاف الفاظ میں مطالبہ کیا گیا کہ اللہ نے جو کتاب اپنے آخری رسول پر نازل کی ہے اس پر ایمان کے ساتھ ان کتابوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے جو اس نے گزشتہ انبیاء پر نازل کی تھیں۔ اگر کوئی شخص پہلے نازل ہونے والی کسی کتاب یا گزشتہ کسی رسول پر ایمان نہیں لاتا تو اس کی گم راہی میں کوئی شبہ نہیں ہے:

(۱) آل عمران ۸۴ میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ (النساء ۴:۱۳۶)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس سے پہلے وہ نازل کر چکا ہے۔ جس نے اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روزِ آخرت سے کفر کیا وہ گم راہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا۔

تمام مذہبی گروہوں سے ایک ہی مطالبہ

قرآن کا مطالبہ تمام مذہبی گروہوں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کام یابی اور نجات کا دارومدار ایمان اور عملِ صالح پر ہے۔ اس کے یہاں مذہبی نسبتیں کام نہ آئیں گی۔ کوئی بھی ہو، اگر وہ ایمان و عملِ صالح کی دولت کے ساتھ اللہ کے روبرو حاضر ہوگا تو وہ سرخ رو اور کامیاب و بامراد ہوگا۔ بہ صورت دیگر ناکامی اور محرومی اس کا مقدر ہوگی:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَ الصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

(البقرۃ ۲:۶۲)[1]

"یقین جانو کہ نبی عربی کو ماننے والے ہوں یا یہودی، عیسائی ہوں یا صابی، جو بھی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور اس کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔

اس آیت میں سب سے پہلے اہلِ ایمان کا تذکرہ کیا گیا اور سب سے آخر میں صابئین کا، جو ایک غیر معروف مذہبی گروہ تھا۔ درمیان میں یہود و نصاریٰ کا ذکر کیا گیا اور سب سے ایک

(۱) یہی مضمون المائدۃ ۵:۶۹ میں بھی آیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی مطالبہ کیا گیا۔اس آیت کی معنویت پر مولانا امین احسن اصلاحی نے یوں روشنی ڈالی ہے:

''اس آیت میں اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد مسلمان بہ حیثیت ایک گروہ اور جماعت کے ہیں۔ان کے متعلق فرمایا کہ خواہ مسلمان ہوں یا یہود یا نصاریٰ یا صابی، کوئی ہو اللہ کے ہاں بہ حیثیت ایک گروہ کے سب برابر ہیں۔ان میں سے کسی کو بھی خدا کے ہاں کوئی شرف اور عزت حاصل نہیں ہے، مگر ایمان اور عمل صالح کے ذریعے سے۔صرف ایمان اور عمل صالح ہی ہے جو خدا کے ہاں تقرب اور عزت کا وسیلہ بن سکتا ہے۔اس فہرست میں سرفہرست مسلمانوں کو رکھا ہے۔جس سے اس حقیقت کا اظہار مقصود ہے کہ اگر بہ حیثیت ایک گروہ کے خدا کے ہاں کسی عزت کی توقع کر سکتے تھے تو مسلمان کر سکتے تھے، جن کو خدا نے دنیا کی اصلاح کے لیے آخری ملت اور خیر امت کی حیثیت سے مبعوث فرمایا ہے۔لیکن ایمان اور عمل صالح سے الگ ہو کر ان کے لیے بھی خدا کے ہاں کوئی مقام نہیں ہے۔آخر میں صائبین کا ذکر کیا ہے، جن کی حیثیت ایک غیر معروف فرقہ کی تھی۔یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ خواہ کوئی گروہ کتنا ہی گم نام اور بے حیثیت ہو، لیکن اگر اس کے پاس ایمان اور عمل صالح کی دولت موجود ہو تو اس کو اللہ کے ہاں اونچا سے اونچا مقام حاصل کرنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔'' (۱)

بعض حضرات کا خیال ہے کہ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے لیے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے۔اس لیے کہ اس آیت میں صرف ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کا تذکرہ کیا گیا ہے، ایمان بالرسالۃ کا ذکر نہیں ہے۔مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے اس خیالِ باطل کا پُر زور رد کیا ہے۔انھوں نے لکھا ہے کہ آیت کے سیاق و سباق سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔

''یہاں سوال یہ نہیں ہے کہ نجات کے لیے کن کن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور کن چیزوں پر ضروری نہیں ہے، بل کہ یہ ہے کہ خدا کے ہاں کسی کو کوئی درجہ یا مرتبہ کسی مخصوص خاندان یا فرقہ یا گروہ سے نسبت رکھنے کی بنا پر ہوتا ہے یا ایمان اور عمل صالح کی بنا پر؟ اس سوال کا جواب قرآن مجید نے یہ دیا ہے کہ یہ چیز صرف ایمان اور عمل صالح کی بنا پر حاصل ہوئی ہے، یہ کسی خاص خاندان یا کسی گروہ کا اجارہ نہیں ہے''

(۱) تدبر قرآن، ۱/ ۲۳۶، ۲۳۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰- الراغب الأصفہانی: ابوالقاسم الحسین بن محمد بن الفضل، المفردات فی غریب القرآن، دارالمعرفۃ بیروت، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء، طبع دوم

۱۱- رشید رضا : السید محمد رشید رضا، تفسیر القرآن الحکیم الشہیر بتفسیر المنار، مطبعۃ المنار مصر، ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء

۱۲- الزمخشری : ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی، الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الأقاویل فی وجوہ التاویل، مصطفیٰ البابی الحلبی وأولادہ مصر ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء

۱۳- سید قطب : فی ظلال القرآن، دارالشروق جدہ، ۱۹۸۸ء طبع/۱۵

۱۴- الطبری : ابوجعفر محمد بن جریر الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن المعروف بتفسیرِ الطبری، دارالمعارف مصر ۱۹۶۹ء، بتحقیق محمود محمد شاکر وأحمد محمد شاکر (سورۂ نحل تک)

۱۵- القرطبی : ابوعبداللہ محمد بن أحمد الانصاری القرطبی، الجامع لأحکام القرآن المعروف بتفسیر القرطبی، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب مصر، ۱۹۸۷ء، طبع سوم

اردو

۱۶- اصلاحی : مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، تاج کمپنی دہلی

۱۷- دریابادی : مولانا عبدالماجد دریابادی، تفسیر قرآن معروف بہ تفسیر ماجدی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ

۱۸- مودودی : مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مولانا، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی (پیدائش: ۱۹۶۴) موجودہ تحریکی حلقوں کے نامور مصنف و محقق ہیں۔ موضوع کی وسعت، لہجے کا وقار اور اسلوب کی سنجیدگی و متانت ان کی تحریروں کی اہم خصوصیات ہیں۔

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی ۲۷ مئی ۱۹۶۴ کو اپنے آبائی وطن راجا پور بلبل نواز ضلع بہرائچ (یو۔ پی) میں پیدا ہوے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں اور ثانوی تعلیم مرکزی درس گاہ رام پور سے حاصل کی۔ ۱۹۸۱ میں برصغیر کی عظیم عربی دانش گاہ دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ سے امتیازی نمبروں کے ساتھ عالمیت کی تکمیل کی اور ۱۹۸۳ میں وہیں سے فضیلت میں امتیاز حاصل کیا۔ ۱۹۸۹ میں علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے اجمل خاں طبیہ کالج سے امتیازی نمبروں کے ساتھ بی۔ یو۔ ایم۔ ایس کی ڈگری حاصل کی اور ۱۹۹۳ میں وہیں سے ایم۔ ڈی کر کے طب میں اختصاص حاصل کیا۔

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی رُبع صدی سے لکھ رہے ہیں۔ لاتعداد قومی و بین الاقوامی سمیناروں اور مذاکروں میں وہ اپنے علمی و تحقیقی مقالے پیش کر چکے ہیں، ہند و بیرونِ ہند کے رسائل و جرائد میں آئے دن ان کے علمی و تحقیقی مضامین اور بلند اور معیاری مضامین کے ترجمے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اب تک ان کی بائیس تالیفات، پانچ ترتیبات اور اکیس تراجم منظر عام پر آچکے ہیں۔ ان کی تالیفات میں 'تخلیق انسانی کے مراحل'، 'قرآن کریم کا تصور انسانیت'، 'عظمت رازی'، 'حقیقت رجم - ایک تنقیدی جائزہ'، 'قرآن اہل کتاب اور مسلمان'، 'طبی عربی ریڈر'، 'اسلامی پردہ کیا اور کہاں؟'، 'حضرت ابراہیم: حیات، دعوت اور عالمی اثرات'، 'اسلام میں حقوقِ انسانی کا تصور'، 'حقائق اسلام'، 'اقامتِ دین اور نفاذِ شریعت'، 'کفر اور کافر قرآن کی روشنی میں'، 'زندگی کے عام فقہی مسائل'، 'گھریلو تشدد اور اسلام'، 'برصغیر میں مطالعۂ قرآن'، 'موجودہ دور میں رجوع الی القرآن کی دعوت، انحرافات اور ان کا تدارک'۔ تراجم میں 'اسلامی زندگی کتاب وسنت کی روشنی میں' (محمد علی ہاشمی)، 'قرآن کا اعجاز بیان' (بنت الشاطی)، 'عورت ... معاشرہ' (... اعظمی) ... مسائل' (حسن البنا شہیدؒ)، 'اسلامی اور ... القرضاوی)، 'حجیت سنت'، (عبدالغنی عبدالخالق) ... روح کے نغمے' (سید قطب شہیدؒ) کو خصوصی ...

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی کا تصنیف، تالیف، ترتیب اور ترجمے کا یہ سفر پوری تاب و توانائی کے ساتھ جاری ہے۔ اس وقت وہ ملک کے عظیم تحقیقی ادارے ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ کے سرگرم و فعال رفیق اور اس کے ترجمان تحقیقات اسلامی کے معاون مدیر ہیں۔

297.1229 م 1589

₹ 45.00 PN-1164